ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
5
www.tanzeem.org
22 تا 28 ربیع الثانی 1437ھ / 2 تا 8 فروری 2016ء

مسلمان حکومتوں کا شریعت سے انحراف

مسلمان حکومتیں آج عدالت، سیاست اور انتظام ہر لحاظ سے اسلامی شریعت سے منحرف ہو چکی ہیں۔ اسلام کے بنیادی اصولوں کو اُنہوں نے اس طرح فراموش کر دیا ہے کہ آج آزادیٔ فکر، مساوات اور انصاف کہیں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے۔ اسلام کے واجبات کو اُنہوں نے نظر انداز کر رکھا ہے۔ ملتِ مسلمہ میں اتحاد، خیر خواہی اور باہمی تعاون کے جذبات کا خطرناک حد تک فقدان ہے۔ یہ حکومتیں ظلم، وحشت اور بربریت پر دلیر ہو گئی ہیں۔ معاشرے کی عمارت کو فساد، تخریب کاری، گناہ اور نافرمانی، بغاوت اور سرکشی کی بنیادوں پر استوار کر رہی ہیں۔ ان لوگوں نے اسلام کے دشمنوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے، حالانکہ اسلام ایسی دوستیوں کا سختی سے مخالف ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے معاملات میں اپنے ان کافر دوستوں کی آراء سے فیصلے کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اطاعت اُن کے لیے قطعاً جائز نہیں۔ اس لیے مسلمان حکمران اسلام کی موجودہ حالت کے لیے دوسرے تمام لوگوں سے بڑھ کر جوابدہ ہیں۔ ہو سکتا ہے وضعی قوانین انہیں جوابدہی سے مستثنیٰ کر دیں، لیکن اللہ کے ہاں انہیں ہر چھوٹے سے چھوٹے اور ہر بڑے سے بڑے عمل کے لیے جوابدہی کرنی ہوگی۔

عبدالقادر عودہ شہیدؒ

اس شمارے میں

ریاست ہوگی ماں جیسی

اپنے حقیقی مستقبل کی فکر کرو!

منقسم ہو گیا انساں ......

ماتحتوں کے ساتھ حسنِ سلوک

خطے کا مستقبل اوباما کی نظر میں

پاکستان کی نظریاتی اساس، ریاست کا بیانیہ، دہشت گردی

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (691)

جن وانس مل کر بھی قرآن جیسا کلام نہیں لا سکتے

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃ بَنِی اِسْرَاءِ یل — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیات: 88 تا 92

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ
كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ
فَاَبٰٓی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ
یَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ
تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾

آیت ۸۸ ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾﴾ ''آپؐ کہہ دیجیے کہ اگر جمع ہو جائیں تمام انسان اور تمام جن اس بات پر کہ وہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو وہ نہیں لا سکیں گے اس کی مانند' اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''

اس موضوع پر قرآن کا اپنے مخاطبین سے یہ سب سے پہلا مطالبہ ہے جس میں ان سے پورے قرآن کا جواب دینے کو کہا گیا ہے۔

آیت ۸۹ ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ﴾ ''اور ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں''

﴿فَاَبٰٓی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾﴾ ''لیکن اکثر لوگ انکار (اور کفرانِ نعمت) ہی پر اڑے ہوئے ہیں۔''

آیت ۹۰ ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپؐ کی بات نہیں مانیں گے''

﴿حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾﴾ ''یہاں تک کہ آپؐ جاری کر دیں ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ۔''

مشرکین مکہ کی طرف سے اس طرح کے مطالبات بار بار کیے جاتے تھے کہ جب تک آپ ﷺ ہمیں کوئی معجزہ نہیں دکھائیں گے ہم آپؐ کو رسول نہیں مانیں گے۔

آیت ۹۱ ﴿اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا ﴿۹۱﴾﴾ ''یا آپؐ کے لیے بن جائے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ' پھر آپ جاری کر دیں اس کے اندر نہریں۔''

آیت ۹۲ ﴿اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا﴾ ''یا آپ گرا دیں آسمان ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے جیسا کہ آپؐ دعویٰ کرتے ہیں''

یعنی آپ ﷺ ہمیں قیامت کے حوالے سے خبریں سنا سنا کر جو ڈراتے رہتے ہیں کہ اُس وقت آسمان پھٹ جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے' تو آپ ﷺ آسمان کا کوئی ٹکڑا ابھی ہم پر گرا کر دکھا دیں۔

﴿اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾﴾ ''یا آپ لے آئیں اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے۔''

فرمان نبویؐ

اُمورِ ایمان

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا أَوْ لِیَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ، وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ)) (رواه البخاری)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے بھلی بات کرنی چاہیے یا اسے خاموش رہنا چاہیے' اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی نیکی اور خیر کی بات کرے' ہمسایوں کا خیال رکھے اور مہمان کی عزت و توقیر کرے' یعنی اس کی اچھی مہمان نوازی کرے' جب کہ غلط گفتگو' بے ہودہ گوئی' ہمسایوں کو اذیت میں مبتلا رکھنا اور مہمان کی مہمان نوازی میں بخل سے کام لینا ایمان کے منافی ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
22 تا 28 ربیع الثانی 1437ھ جلد 25
2 تا 8 فروری 2016ء شمارہ 05
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: -36316638-36366638
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا .... (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

ریاست ہوگی ماں جیسی

ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل نے ایک رپورٹ شائع کی ہے جس نے اخبارات کے صفحہ اوّل پر جگہ پائی ہے کہ پاکستان شفافیت کے حوالہ سے 168 ممالک کی رینکنگ میں 126 سے بہتر ہو کر 117 نمبر پر آ گیا ہے اور سارک ممالک میں پاکستان پہلے نمبر پر آ گیا۔ چند ماہ پہلے ایک سروے میں بتایا گیا تھا کہ پاکستان میں مہنگائی گزشتہ چند سالوں کی نسبت کم ترین سطح پر آ گئی ہے۔ پلڈاٹ نے گزشتہ سال قوم کو یہ بھی بتایا تھا کہ نواز شریف عوام کے مقبول اور محبوب ترین لیڈر ہیں۔ جہاں تک نواز شریف کی عوامی مقبولیت کا تعلق ہے یہ خالصتاً ایک سیاسی معاملہ ہے۔ ہوسکتا ہے یہ سروے حقیقی اور صحیح ہو۔ یہ بات بھی یقیناً اپنی جگہ درست ہے کہ 2013ء کے عام انتخابات اور 2015ء کے بلدیاتی انتخابات میں اُنہیں دھاندلی کے الزامات کے باوجود پنجاب میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی جبکہ پنجاب کی آبادی کل پاکستان کی آبادی کے نصف سے زیادہ ہے۔ لہٰذا کسی کو اِس سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ اِس سروے کے صحیح ہونے کی بہر حال دلیل قوی ہے۔ البتہ جہاں تک اُن سروے کا تعلق ہے جن کے مطابق پاکستان میں مالی معاملات میں کسی بھی سطح پر کرپشن میں کمی واقع ہوئی ہے یا پاکستان میں مہنگائی اپنی کم ترین سطح پر آ گئی ہے، عوام اور عوام سے تعلق رکھنے والے خواص بھی اس غیر حقیقی سروے کو کسی صورت درست تسلیم نہیں کر سکتے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کرپشن کے انداز اور طریقہ کار میں تبدیلی آئی ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم کرپشن اور مہنگائی کے حوالہ سے بعض حقائق سامنے لائیں، ہم یہ چاہیں گے کہ قارئین کو یہ بتاتے چلیں کہ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ، نوبل پرائز کمیٹی، ایمنسٹی انٹرنیشنل، ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل اور دوسری سروے کمپنیاں بھی سیاست زدہ ہوتی ہیں اور عالمی سیاست کو کنٹرول کرنے والے عناصر کی گرفت سے آزاد نہیں ہوتیں۔

اگر امن کا نوبل پرائز وقت کے ہلاکو خان کو دیا جا سکتا ہے۔ اگر اپنے ملک سے فرار اور اپنے علاقے کی اکثریتی آبادی کی نفرت کا نشانہ بننے والی ایک چھوٹی لڑکی کو نوبل پرائز اور دوسرے بے شمار اداروں کی طرف سے انعامات اور اعزازات سے لاد دیا جاتا ہے تو کون اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ ان سروے کمپنیوں اور اداروں کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں جو ملکوں کے حکمرانوں سے تعلقات، اُن کے خصوصی حالات اور اپنے مالی نفع و نقصان کے میزانیہ کو مدنظر رکھ کر تیار کی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر اسی ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے پاکستانی نمائندے کے موجودہ حکومت سے اعلیٰ ترین سطح پر جو روابط اور تعلقات ہیں، عوام تو شاید اُن سے بے خبر ہوں، خواص سے مخفی نہیں ہیں۔ اور اب تو ایک کالم نگار نے اپنے اخباری کالم میں ان تعلقات کا اشارتاً ذکر بھی کر دیا ہے، جس سے عوام کے علم میں بھی یہ بات آ گئی ہوگی۔

بہر حال اگر مقامی حکمرانوں کے سروے کرنے والوں سے تعلقات اچھے اور اُن کے لیے منافع بخش ہیں اور عالمی سطح پر بڑی قوتوں کے ایجنڈے کو بمطابق شیڈول آگے بڑھنے میں کوئی مزاحمت مقامی حکمرانوں کی طرف سے پیش نہیں آ رہی بلکہ عالمی قوتوں سے کھلا تعاون ہو رہا ہے تو پھر جھوٹ کو سچ کا سہارا دے کر کھڑا کیا

جائے گا اور نظارہ خوبصورت اور دیدہ زیب بنایا جائے گا۔ وگرنہ بصورت دیگر اچھی بھلی شکل کو بھی بگاڑ دیا جائے گا۔

ندائے خلافت کے اداریوں میں قارئین کے مطالبے بلکہ احتجاج کے باوجود خالص معاشی معاملات جن میں مہنگائی اور کرپشن دونوں شامل ہیں ان کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ مکمل نظام تبدیل کیے بغیر جزوی سطح پر یہ کام کرتے ہوئے مہنگائی اور کرپشن جیسے بڑے مسائل کو حل کرنا اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے موجودہ حکمران تاجر ہیں اُن کی نگاہ ہر وقت بیلنس شیٹ پر رہتی ہے۔ وہ اقتصادی ہی نہیں سیاسی بیلنس میں بھی اضافہ کرنا جانتے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کی کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں۔ وہ حکمرانوں کی کھلم کھلا اور علی الاعلان حمایت کریں تو ریٹنگ متاثر ہوتی ہیں لیکن جب کمیٹیاں اور ادارے اس طرح کی رپورٹیں شائع کریں تو انہیں رد کر دینا میڈیا کے لیے بھی اتنا آسان نہیں ہوتا بلکہ خاصا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا موجودہ حکمران سروے کمپنیوں پر بڑے مہربان ہیں اور باہمی تعاون زوروں پر ہے۔ پاکستان میں معاشی سرگرمیوں کا بغور جائزہ لینے والا شخص اس نتیجہ پر تو یقیناً پہنچ سکتا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی نسبت موجودہ دورِ حکومت میں معاشی کرپشن کی وارداتیں تعداد کے لحاظ سے کم ہوں گی لیکن اُن کا حجم یعنی اُن کی مالیت کسی طرح بھی کم نہیں ہوئی۔

موجودہ حکومت کے بعض معاشی معاملات تو انتہائی پُراسرار ہیں۔ مثلاً L.N.G ایک سال سے درآمد ہو رہی ہے لیکن یہ کیا معاہدہ ہے کسی کو اُس کی سُن گن نہیں۔ cpec یعنی پاک چائنہ اقتصادی راہداری ایک معمہ بنی ہوئی ہے۔ سرکاری وکیل کا عدالت میں یہ کہنا کہ اورنج ٹرین کو بھی اقتصادی راہداری میں شامل کر لیا گیا ہے اس کا کسی سطح پر بھی کوئی نوٹس نہیں لیا گیا اور اِس کے سوا کچھ نہیں ہوا کہ وکیل صاحب کو سرکاری نوکری سے ہاتھ دھونا پڑے۔ کوئی یہ وجہ نہیں جان سکا کہ لاہور میں جس شادی میں مودی نے شرکت کی تھی اُس شادی کا اسلام آباد ائیر پورٹ کے تخمینہ میں اربوں روپے کے اضافہ سے کیا تعلق ہے۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں جو میگا پروجیکٹس میں میگا کرپشن کی نشاندہی کرتی ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ عوام کو ہر روز سرکاری دفاتر میں جس نوعیت کی کرپشن کا واسطہ پڑتا ہے۔ اُس سے سب واقف ہیں۔ کیا اس ملک میں ایک ایسا بھی شخص دستیاب ہوسکتا ہے جو یہ گواہی دے کہ کرپشن میں کمی واقع ہوگئی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اِس میں روز بروز اضافہ ہی ہوا ہے۔

ایک اور سروے کے مطابق پاکستان میں مہنگائی اپنی کم ترین سطح پر آ گئی ہے یہ سروے بھی عوام کو مشتعل کرنے والا ہے۔ اس کی حیثیت کاغذی کارروائی سے زیادہ ہرگز نہیں ہے۔ عام آدمی جب بازار میں جاتا ہے تو چکرا کر رہ جاتا ہے۔ ظلم اور زیادتی کی انتہا یہ ہے کہ پٹرول جو تمام چیزوں کی قیمتوں میں کمی اور بیشی کا اہم ترین ذریعہ ہے، عالمی سطح پر وہ اس وقت پانی سے سستا ہے۔ مشرف اور زرداری کے دور میں پٹرول کی قیمت 140 یو ایس ڈالر فی بیرل سے زائد تھی جو کم ہو کر صرف 27 یو ایس ڈالر ہو گئی ہے۔ گویا قیمتیں 75 فیصد سے زیادہ کم ہوگئیں ہیں۔ پاکستان میں اکثر پاور پلانٹ پٹرول سے بجلی بناتے ہیں پاکستان میں پٹرول زیادہ سے زیادہ بشمول ٹیکس چالیس (40) روپے فی لیٹر ہونا چاہیے۔ بجلی کی پروڈکشن بھی کم تر قیمت پر ہو رہی ہے لیکن عوام کو جو ریلیف دیا گیا ہے اسے شرمناک ہی کہا جاسکتا ہے یعنی عوام کی زندگی میں سہولتیں پیدا کرنے کی بجائے مشکلات پیدا کی جا رہی ہیں مہنگائی' کرپشن' بے روزگاری جرائم کو جنم دیتے ہیں۔ دہشت گردی کے لیے بھوکے اور حالات کے مارے لوگ دستیاب ہو جاتے ہیں۔ جب بچے دودھ کے لیے بلک بلک کر روتے ہیں تو ماں باپ کے لیے حواس کو قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ معاشرہ میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ ہمیں یہ لوریاں دی جاتی رہی ہیں کہ ریاست ماں کی مانند ہوتی ہے لیکن اس ماں میں اگر سوتیلا پن آ جائے تو یہ ماں ماں نہیں رہتی ڈائن بن جاتی ہیں۔ سندھ حکومت تھر میں بچوں کے ساتھ جو سلوک کر رہی ہے اور جس طرح اسے موت کے منہ میں دھکیل رہی ہے ڈائن اس سے زیادہ کیا کرے گی۔ معاشی لحاظ سے ظلم' ناہمواری اور افراط وتفریط سے معاشرہ haves and have not میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک طبقہ عیش وعشرت میں پڑ جاتا ہے اور دوسرا طبقہ اس قدر پس جاتا ہے کہ ان پر انسان کا لیبل لگانا ایک تہمت سی معلوم ہوتی ہے۔ وہ گندگی کے ڈھیروں سے خوراک ڈھونڈتے ہیں اور اپنے جسموں کو پوری طرح ڈھانپ بھی نہیں سکتے۔ موسم کی شدت سرما ہو یا گرما اِن پر مزید قیامت ڈھا دیتی ہے۔ اے کاش! ہم کسی ایسے نظام کو اپنا لیں جس میں انفرادی اور اجتماعی دونوں لحاظ سے عدل ہو۔ سرمایہ دارانہ نظام جسم اور اشتراکیت روح کی دشمن ہے۔ آج دنیا کو ایسے نظام کی ضرورت ہے جس سے جسم صحت مند ہوں اور روح توانا ہو کر اس جسم کو اپنے خالق، مالک اور رازق کی طرف راغب کرے۔ یہ جھوٹی سچی رپورٹوں سے نہیں، عادلانہ نظام کے قیام سے ممکن ہوگا۔ اِس کا قیام خود بخود ممکن نہیں۔ وہ مسلمان جو اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات سمجھتے ہیں اور یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اسلام، عیسائیت اور ہندوازم کی طرح پوجا پاٹ تک محدود نہیں ہے۔ اُنہیں سوچنا چاہیے کہ جب ہم اسلام کو مکمل نظام اور ضابطہ حیات کہتے ہیں تو پھر فرد اور معاشرہ کی حیات کو ضبط میں لانے کے لیے مراسم عبودیت سے آگے بڑھ کر مال اور جان سے جہاد کرنا ہوگا تا کہ اجتماعی سطح پر واقعتاً ایسی ریاست وجود میں آسکے جو ماں کی گود کی طرح سکون بخش ہو جیسے خلافت راشدہ کے دور میں تھی۔

☆☆☆

یہ دنیا عارضی' محدود اور فانی ہے' لہٰذا اس دنیا کے بجائے

اپنے حقیقی مستقبل (اُخروی زندگی) کی فکر کرو!

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 15 جنوری 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

سورۃ المزمل کی 20 آیات میں سے ابتدائی 14 آیات کا مطالعہ ہم نے گزشتہ جمعہ کیا تھا اور آج ہم نے اس کی آخری آیات کا مطالعہ کرنا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے گزشتہ جمعہ بیان کی گئی آیات کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں۔ ابتدائی آیات میں قیام اللیل کا تذکرہ تھا اور اس کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ قیام اللیل نفس کو زیر کرنے کے حوالے سے مؤثر ترین ہے۔

آیت 9 میں نبی اکرم ﷺ سے فرمایا گیا تھا کہ اللہ کو اپنا ''وکیل'' بنالیں۔ وکیل اسے کہتے ہیں جس کے سپرد ہم اپنا کام کر دیتے ہیں اور توکل کا مادہ بھی یہی ہے۔ توکل کا مطلب بھی یہی ہے کہ اپنے معاملات کے بارے میں سارا بھروسا اللہ پر کرنا۔ توکل ایمان کا لازمی نتیجہ ہے اور اس کے ذریعے انسان اپنے ایمان کو جانچ سکتا ہے۔ بدقسمتی سے ہم میں سے اکثر کا توکل اللہ رب العالمین پر نہیں' بلکہ دنیوی اسباب پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر میرا کوئی اہم کام رکا ہوا ہو اور میں جانتا ہوں کہ یہ کام فلاں شخص کر سکتا ہے تو صبح و شام میری کوشش یہ ہوگی کہ کسی طرح میں اس کو اپروچ کر لوں۔ حالانکہ مسبب الاسباب صرف اللہ تعالیٰ ہے' لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کریں اور یہ یقین رکھیں کہ بھروسے کے لائق ذات وہی ہے اور وہی ذات آپ کے کام بنانے والی ہے۔

آیت 10 میں رسول اللہ ﷺ اور ان کے توسط سے تمام مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی گئی ہے کہ جب آپ ؐ لوگوں کو توحید کی طرف بلائیں گے تو لوگ آپ ؐ کو (معاذ اللہ) گالیاں دیں گے، برا بھلا کہیں گے تو اللہ کی خاطر آپ سب کچھ برداشت کیجیے اور جواباً کوئی سخت بات نہ کیجیے۔ مکی دور میں مسلمانوں کو بھی یہی حکم تھا کہ بہترین طریقے سے اپنا دفاع کرو۔ کوئی تمہیں برا بھلا کہہ رہا ہے تو تم اس کو دعا دو' کوئی گالی دے رہا ہے تو اس کے لیے خیر کی بات کہو' کوئی تھپڑ مار رہا ہے تو تم اس کو معاف کر دو۔ یہ ہے صبر! اس حوالے سے یہ یاد رکھیے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا صبر صرف اللہ کے لیے تھا' ورنہ بدلہ لینا ان کو بھی آتا تھا اور انتقام تو عربوں کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔

آیت 10 میں ہی دوسرا حکم یہ تھا کہ مخالفین کسی

مرتب: حافظ محمد زاہد

وقت آپ ؐ کو بہت ہی زچ اور تنگ کرنے لگیں تو آپ ؐ اُن سے اُلجھنے کے بجائے خوبصورتی سے کنارہ کشی اختیار کر لیں یا کوئی اچھی بات کہہ کر علیحدہ ہو جائیں۔ سورۃ الفرقان میں یہ حکم موجود ہے کہ جب کوئی جاہل آپ سے اُلجھنا چاہے تو آپ اس کو سلام کر کے الگ ہو جائیں۔

آیت 11 میں ایک طرف حضور ﷺ کے لیے تسلی ہے اور دوسری طرف کفار کے لیے اللہ کی طرف سے بڑی وارننگ اور تنبیہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ان کو چھوڑ دیجیے' میں خود ہی ان کے ساتھ نمٹ لوں گا۔ اس میں صاف نظر آ رہا ہے کہ جو کچھ حضور ﷺ کو کہا جا رہا ہے کہ (معاذ اللہ) آپ ساحر ہیں، مجنون ہیں' کاہن ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بھی ان پر شدید غصہ اور غضب ہے۔ یہاں پر واحد متکلم کا صیغہ لایا گیا جس کی وجہ سے آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اے میرے محبوب ﷺ! آپ فکر مت کیجیے' یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے اور میں خود ان سے نمٹوں گا۔

آیت 12 اور 13 میں کفار کے لیے سزا اور دردناک عذاب کا تذکرہ تھا' فرمایا:

﴿اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ جَحِیۡمًا ﴿۱۲﴾ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۳﴾﴾

''ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور وہ کھانا جو حلق میں اٹک جائے گا اور دردناک عذاب ہے۔''

قرآن مجید انسانوں کے لیے نازل ہوا ہے' اسی لیے اس میں انسانوں کی سوچ کے مطابق ہی مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔ دنیا میں جابر اور قاہر بادشاہ کے پاس بیڑیاں ہوتی ہیں' قید خانے ہوتے ہیں' سخت ترین سزاؤں کے مختلف طریقے ہوتے ہیں اور آگ کے الاؤ میں پھینک دینے کی سزا ہوتی ہے' وغیرہ۔ تو زیر مطالعہ آیات میں بھی فرمایا گیا کہ کفار کے لیے یہ ساری سزائیں ہیں جو تم سوچ سکتے ہو اور پھر اس سے کہیں بڑھ کر بھی سزائیں ہیں جو تمہاری سوچ سے ماوراء ہیں۔ مثلاً انہیں کانٹوں کی جھاڑیاں کھلائی جائیں گی' کھولتا ہوا پانی اور زخموں کا دھوون پلایا جائے گا، وغیرہ۔

آیت 14 میں یوم قیامت کے حوالے سے فرمایا:

﴿یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ وَ کَانَتِ الۡجِبَالُ کَثِیۡبًا مَّہِیۡلًا ﴿۱۴﴾﴾

''جس دن کہ زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کے بکھرتے تودے بن جائیں گے۔''

یہ سب زلزلے سے ہوتا ہے کہ زمین اور پہاڑ لرزنے

لگتے ہیں‘ جبکہ بڑا زلزلہ تو ابھی آنے والا ہے جس سے پہاڑ ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہو کر دھول کی طرح اُڑ رہے ہوں گے اور بالآخر وہ پہاڑ زمین کی طرح بالکل ہموار ہو جائیں گے۔ پھر صور پھونکا جائے گا‘ سب انسان زندہ ہوں گے اور غالباً اسی دنیا میں پھر میدانِ حشر بھی لگے گا۔ وہ وقت پتا نہیں کب آئے گا‘ لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے اور ہر شے اس کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔

اب اگلی آیات میں کفار اور سردارانِ قریش سے خطاب شروع ہو رہا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے اور اس نسل میں پچھلے ڈھائی ہزار برس سے کوئی نبی یا رسول نہیں آیا تھا۔ چنانچہ نبوت و رسالت کا تصور ان کے ذہنوں سے ہی اُتر گیا تھا۔ دوسری طرف حضرت ابراہیمؑ کی نسل کی دوسری شاخ میں مسلسل نبی اور رسول آتے رہے۔ حضرت اسحاق‘ پھر حضرت یعقوب‘ پھر حضرت یوسف‘ پھر حضرت موسیٰ (علیہم السلام) اللہ کے رسول بنے۔ حضرت موسیٰ سے بنی اسرائیل (یہود) کا بحیثیت اُمت آغاز ہوا جو اس زمین پر اللہ کے دین کو قائم کرے گی۔ اب یہ یہود سرزمین عرب کے اندر موجود تھے‘ چنانچہ اہل مکہ حضرت موسیٰؑ کا ذکر بہت سنتے رہے۔ پھر یہ تجارت کے لیے شام کا سفر کرتے تھے تو وہاں بھی ان کا یہودیوں اور عیسائیوں سے واسطہ پڑتا تھا۔ اس پس منظر میں انہیں بتایا جا رہا ہے کہ تمہارے ہاں تو ڈھائی ہزار سال سے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا‘ لیکن دنیا میں رسالت چلتی رہی ہے اور اب ہم نے تمہاری طرف بھی ایک رسول بھیج دیا ہے جو اللہ کے پیغامات کو تم تک پہنچائے گا۔ فرمایا:

﴿اِنَّـآ اَرۡسَلۡنَـآ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا ۬ۙ شَاہِدًا عَلَیۡکُمۡ كَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰہُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا ﴿۱۶﴾ فَکَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ کَفَرۡتُمۡ یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبَا ﴿۱۷﴾﴾

''(اے لوگو!) ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیج دیا ہے تم پر گواہ بنا کر۔ جیسے کہ ہم نے بھیجا تھا فرعون کی طرف بھی ایک رسول۔ پس فرعون نے نافرمانی کی ہمارے رسولؑ کی تو ہم نے اس کو پکڑ لیا بڑا سخت پکڑنا۔ اب اگر تم کفر کرو گے تو تم کیسے بچ جاؤ گے اس دن سے‘ جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔''

ان آیات میں سرِ دست اہل عرب کو دو پیغامات دیے گئے۔ ایک پیغام یہ ہے کہ جیسے حضرت موسیٰؑ اللہ کے رسول تھے اسی طریقے سے اب ایک صاحبِ شریعت رسول (ﷺ) اللہ نے تمہیں بھی عطا کیے ہیں‘ لہٰذا ان کی مخالفت کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ رویہ ہونا چاہیے کہ آگے بڑھ کر قبول کرو۔ دوسرا پیغام یہ ہے کہ فرعون نے نافرمانی کی اور اس کے بدترین انجام سے تم سب واقف ہو تو یاد رکھو کہ فرعون اپنی تمام تر حیثیت اور شان و شوکت کے باوجود اللہ کے رسول کے سامنے بے بس ہو گیا تو تم کیا کر سکتے ہو! اپنی اوقات تو دیکھو۔

اگلی آیات میں قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ ہے:

﴿السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِہٖ ؕ کَانَ وَعۡدُہٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿۱۸﴾﴾

''آسمان اس سے پھٹ پڑنے والا ہے‘ اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔''

قرآن مجید کے کئی مقامات (مثلاً سورۃ الانفطار‘ سورۃ الانشقاق‘ وغیرہ) پر یہ بات آئی ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا‘ لیکن اس کی کیفیت کیا ہو گی اس کا ابھی ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

اگلی آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ درحقیقت یہ ایک یاددہانی اور وارننگ ہے کہ اگر تم اللہ کے پیغام کو قبول کر لو اور اس کے مطابق زندگی گزارو تو یہی چیز تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا ذریعہ بن سکتی ہے:

﴿اِنَّ ہٰذِہٖ تَذۡکِرَۃٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیۡلًا ﴿۱۹﴾﴾

''یقیناً یہ ایک یاددہانی ہے۔ تو جو کوئی بھی چاہے وہ اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔''

یہاں پر پہلا رکوع مکمل ہوا اور یہ رکوع مکی دور کے اوائل

پریس ریلیز 29 جنوری 2016ء

عوام کے جان و مال کی حفاظت ریاست کی اوّلین اور بنیادی ذمہ داری ہے

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا شیرانی کے اس بیان پر تعجب ہے کہ توہین رسالت کے قانون پر نظرثانی اور سخت سزاؤں کو ختم کیا جاسکتا ہے

حافظ عاکف سعید

عوام کے جان و مال کی حفاظت ریاست کی اوّلین اور بنیادی ذمہ داری ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ کئی سال سے تھر میں معصوم بچے غذائی قلت کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ لیکن سندھ حکومت ٹس سے مس نہیں ہوتی بلکہ انتہائی غیر مناسب اور غیر ذمہ دارانہ تاویلات کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ جس معاشرہ میں وسائل کی تقسیم غیر منصفانہ بنیادوں پر ہو گی اور حکومت خود عوام کا معاشی استحصال کرے گی وہاں کچھ لوگ ڈھیروں مال جمع کر لیں گے اور کچھ لوگ غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گے۔ یہ ظلم ہے جس کا انجام عبرت ناک ہو گا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا شیرانی کے اس بیان پر کہ توہین رسالت کے قانون پر نظرثانی ہو سکتی ہے اور سخت سزاؤں کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ اُنہوں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل جس نے کبھی قوانین کو اسلامی بنانے کے حوالے سے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا، آج مکمل طور پر سیاست زدہ ہو چکی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ علماء کرام کی عظیم اکثریت توہین رسالت کے قانون کو صحیح اور بالکل درست سمجھتی ہے اور اُس میں کسی قسم کی ترمیم کے حق میں نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ عین ممکن ہے کہ اس حوالہ سے کوئی بیان اصل صورت حال کو واضح کر دے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

میں نازل ہوا ہے۔ جبکہ اس سورۂ مبارکہ کا اگلا رکوع ایک ہی آیت پر مشتمل ہے اور یہ قرآن مجید کا واحد مقام ہے کہ پورا رکوع ایک آیت پر مشتمل ہے۔ اس رکوع کے حوالے سے قوی رائے یہ ہے کہ یہ مدنی ہے اور اس بارے میں ایک روایت بھی موجود ہے۔ حضرت سعید بن مسیب ؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیات مدنی دور میں نازل ہوئی ہیں۔ اس آیت میں قیام اللیل کے حوالے سے مسلمانوں کو مزید رہنمائی دی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ﴾

”(اے نبی ﷺ!) یقیناً آپؐ کا رب جانتا ہے کہ آپؐ قیام کرتے ہیں کبھی دو تہائی رات کے قریب‘ کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں ان میں سے بھی ایک جماعت آپؐ کے ساتھ (کھڑی) ہوتی ہے۔“

اللہ جانتا ہے کہ آپؐ کو قیام اللیل کا جیسے حکم دیا گیا تھا‘ آپ نے بالکل ویسے ہی اس کا پورا اہتمام کیا ہے اور آپؐ کے ابتدائی دور کے ساتھی بھی آپؐ کے ساتھ اس قیام اللیل میں شریک ہوتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ﴾

”اور اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ کرتا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ تم اس کی پابندی نہیں کر سکو گے“

یہاں سے مسلمانوں سے خطاب ہے‘ اس لیے اب جمع کے صیغے استعمال ہو رہے ہیں۔ یعنی آدھی آدھی رات جاگنا اتنا آسان نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے لیے تو یہ لازم تھا‘ تمہارے لیے نہیں۔ لیکن اگر تم نے بھی یہ کام کیا ہے تو یہ بہت اونچی بات ہے۔ یہاں یہ وضاحت اس لیے کر دی گئی کہ اس کو مسلمانوں پر فرض نہ سمجھ لیا جائے۔

﴿فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ﴾

”تو اُس نے تم پر مہربانی فرمائی ہے تو اب قرآن سے جتنا بآسانی پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔“

یہ اللہ کی شفقت ہے۔ گویا تہجد کی نماز میں دو تہائی‘ ایک تہائی یا نصف شب کی جو پابندیاں حضور ﷺ پر تھیں‘ یہ تمہارے لیے نہیں ہیں۔ تم اپنی سہولت سے جتنا پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔

آگے اس تخفیف کی وجوہات بھی بیان کر دی گئیں:

﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ﴾

”اللہ کے علم میں ہے کہ تم میں کچھ لوگ مریض ہوں گے اور بعض دوسرے زمین میں سفر کریں گے، اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوں گے اور کچھ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہوں گے۔ چنانچہ جس قدر تمہارے لیے آسان ہو اس میں سے پڑھ لیا کرو“

مسلمانوں سے قیام اللیل کی پابندیاں ختم کرنے کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں: (1) بعض لوگ بیمار ہوتے ہیں اور بیماری کی حالت میں یوں آدھی آدھی رات جاگنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ (2) بعض لوگوں کو تجارت کے لیے دور دراز کے سفر کرنے پڑتے ہیں تو سفر کی حالت میں بھی قیام اللیل آسان نہیں ہے۔ (3) مدنی دور میں آ کر قتال کا مرحلہ بھی شروع ہو گیا تھا جس کے لیے مدینہ سے باہر کے لمبے لمبے سفر کرنے پڑے۔ آنحضور ﷺ کا پہلا باقاعدہ غزوہ ”غزوۂ بدر“ ہے اور اس کے لیے آپؐ مدینہ سے نکل کر بدر تک پہنچے ہیں۔ یہ بڑا لمبا سفر تھا اور کئی دنوں پر محیط تھا۔ اسی طریقے سے غزوۂ حنین کے لیے بھی سفر کیا گیا۔ پھر غزوۂ تبوک کے لیے کیا جانے والا سفر تین مہینے پر مشتمل تھا۔ ایسے حالات میں رات بھر جاگتے رہنا کوئی آسان کام نہیں تھا تو ان وجوہات کی بنا پر تہجد اور قیام اللیل کو عام مسلمانوں کے لیے نفل قرار دیا گیا کہ جتنا آپ سہولت سے پڑھ سکو‘ پڑھ لیا کرو۔ لیکن تشویق وترغیب ضرور ہے کہ سہولت کے ساتھ جتنا کر سکتے ہو‘ وہ ضرور کرو اس لیے کہ اس کے بہت سے فوائد ہیں اور یہ بہت اجر وثواب کا باعث بھی ہے۔

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو“

تہجد کی حیثیت تو نفل کی کر دی گئی‘ لیکن پنج وقتہ نماز فرض ہے تو اس میں کوئی تساہل اور کوئی کمی نہ ہو۔ پوری پابندی‘ پورے آداب وشرائط کے ساتھ اس کی ادائیگی لازم ہے۔

﴿وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ﴾

”اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو۔“

فرض زکوٰۃ کے علاوہ جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں دیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمے قرض ہے‘ گویا وہ آپ نے اللہ کے بنک میں رکھوا دیا جہاں وہ مسلسل بڑھتا رہے گا۔ وہ اللہ نے تمہیں واپس کرنا ہے اور اللہ اتنے زیادہ اضافے کے ساتھ واپس کرے گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ یاد رکھیے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے لیے جہاں بھی قرض کا لفظ آیا ہے تو سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ انفاق ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کیا جائے۔ یہ گویا انفاق کی پہلی اور اہم ترین مد ہے۔

انفاق کے حوالے سے ایک بڑی پیاری حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے کون شخص ایسا ہے جس کو اس کے اپنے مال سے زیادہ وارث کا مال پیارا ہو؟“ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر شخص کو اپنا ہی مال محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کا مال وہ ہے جو وہ (اپنی زندگی ہی میں) خرچ کر چکا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ جائے گا۔“ (صحیح بخاری)

ہمارا رویہ یہ ہے کہ ہمارا دلی رجحان اس مال کے ساتھ ہے جو ہمارے وارثین کے لیے رہ جائے گا۔ یہ چیز انسانوں کو اور بدقسمتی سے مسلمانوں کو بھی سمجھ نہیں آئی۔ ہماری ساری دوڑ دھوپ اس دنیا کے لیے ہے اور ہم نے آخرت کو بس سرسری اور کاغذی طور پر مانا ہے۔ اگر حقیقی اعتبار سے آخرت کو اپنا مستقبل مانا ہوتا تو پھر ہماری ساری کوشش آخرت کے لیے ہی ہوتی۔

سورت کے آخر میں فرمایا:

﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

”اور جو بھلائی بھی تم آگے بھیجو گے اپنی جانوں کے لیے اسے موجود پاؤ گے اللہ کے پاس بہتر اور اجر میں بڑھ کر اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا رحمت فرمانے والا ہے۔“

ایسا نہیں ہے کہ وہاں کوئی ریکارڈ نہ ہو‘ بلکہ وہاں تم ہر اس عمل کو دیکھ لو گے جو تم نے اس دنیا میں کیا تھا۔ لہٰذا اگر کوئی کمی کوتاہی رہ گئی ہے تو اللہ سے معافی مانگو تو وہ غفور رحیم تمہیں معاف فرما دے گا اور تمہارا نامہ اعمال صاف کر دے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حقائق کو ہمارے دلوں میں راسخ کر دے اور ہم اس دنیا سے فائدہ اٹھا کر اپنے اصل مستقبل کو سنوارنے والے بن جائیں۔ آمین!!

☆☆☆

منقسم ہو گیا انساں......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

باچاخان یونیورسٹی پرافسوسناک حملے پر امریکہ نے مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے اظہار تشویش وافسوس کیا ہے۔ یہ حملے خوفناک ہیں، پاکستان کے مستقبل کو خطرات لاحق ہیں۔ اگرچہ افغانستان پر امریکہ کے حملے اور پاکستان کے فرنٹ لائن اتحادی بننے کے روزِ سیاہ سے ہی ہمارے مقدر میں یہ خوفناکی اور تاریکی بھر دی گئی تھی۔ وہ دن اور آج کا دن پُرامن پاکستان کے سکون واستحکام کے پرخچے اڑ گئے۔ اربوں لٹا کر لاکھ سے زیادہ جانوں کا نذرانہ امریکی مجسمۂ آزادی کے چرنوں میں پیش کر کے ہم نے خود کو غیر محفوظ اور امریکہ کو محفوظ کیا ہے۔ اتنا کہ اس سا بدخو متکبر بھی ہماری تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے! ہمارے وزیر دفاع نے فرمایا: روس کے خلاف امریکہ کا ساتھ دینا پہلی غلطی تھی۔ ہم نے ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھا ہے۔ غلطیاں دہرا دہرا کر؟ امریکہ کا دوبارہ ساتھ دیا۔ یہ دوسری غلطی ہے۔ بھارت کی دشمنی فراموش کر دینا تیسری غلطی ہے۔ بھارتی وزیر دفاع منوہر پاریکر ڈنکے کی چوٹ ابھی کہہ چکا تھا: ہماری برداشت کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے۔ اب ہم ضرور کچھ نہ کچھ کریں گے جس کے نتائج پاکستان کو بھگتنا پڑیں گے۔ (سو باچاخان یونیورسٹی کا دکھ دیکھنا پڑا۔) یہ جو ہم میزائلوں کے تجربات کرتے رہتے ہیں، ہمارے دشمن امریکہ و بھارت خوب جانتے ہیں کہ یہ دہشت گردی کی جنگ کے لیے نہیں ہے۔ اس نام پر لڑی جانے والی ملکی جنگ میں تو کچے گھر بستیاں ہم بمباریاں کر کے ملیامیٹ کر ہی چکے ہیں۔ ان علاقوں کے مکین اپنے ہی ملک میں مہاجرت سہہ رہے ہیں۔ یہ میزائل امریکہ بھارت کے لیے باعث تشویش رہیں گے۔ سو وہ ہمارے عدم استحکام کا شکار رہنے کے سامان فراواں کرتے رہیں گے۔ ہمیں دائروں کے اس سفر سے (جس میں دہشت گردی کے نام پر چھیڑی جنگ نے ہمیں مبتلا کر رکھا ہے) نکلنا ہوگا وگرنہ...... کولہو کے بیل بنے آنکھوں پر کھوپے چڑھائے، ملک وملت کا تیل نکالتے رہیں گے۔ قوم، ملک، سلطنت، پائندہ شرمندہ باد کی تصویر بنے!

اُدھر چیف جسٹس نے سندھ مدرستہ الاسلام یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا: عدلیہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قانون کی حکمرانی اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ اگر کوئی شخص یا ادارہ اپنے آئینی اور قانونی اختیار سے تجاوز کرتے ہوئے کوئی ایسا عمل سرانجام دے جس سے بنیادی حقوق کی پامالی یا خلاف ورزی ہوتی ہو تو عدلیہ کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ وہ مداخلت کرتے ہوئے تدارک کرے۔ ان کا یہ فرمانا نہایت خوش آئند ہے۔ تاہم ملک بھر میں دہشت گردی کے سازشی واقعات نے دینی طبقے کے انسانی بنیادی حقوق معطل کر رکھے ہیں۔ آئین اور قانون حد درجے معزز شرفاء کے گھروں میں بلا وارنٹ 20..15 سرکاری چھاپہ ماروں کی آدھی رات کی کارروائیوں کی اجازت کہاں دیتا ہے۔ عورتوں، بچوں کے درمیان دھونس دھمکی خوف و ہراس کی فضا پیدا کر کے تسلسل سے گھروں سے لوگوں کو جس طرح اٹھایا جا رہا ہے، کوئی ایک ازخود نوٹس دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر اکتفا نہیں۔ گھروں سے پیسہ ہاتھ لگے تو وہ بھی اٹھانے میں دریغ نہیں کیا جاتا۔ اب چیف جسٹس صاحب نے قانونی اختیار سے تجاوز کرنے والوں کا تدارک کرنے اور قانون کی حکمرانی قائم کرنے کو عدلیہ کی ذمہ داری بتایا ہے تو امید ہے کہ ایسے واقعات کا نوٹس لیا جائے گا۔ سالہا سال لاپتہ ہونے والوں کا بھی کوئی پرسانِ حال ہے؟ اور اسی بیان کے تناظر میں دیکھا جانا بھی ضروری ہے کہ کئی سال لاپتہ رکھنے کے بعد وہ افراد جو کمیشن کے روبرو بے گناہ ثابت ہو چکے، اچانک پولیس مقابلوں میں مار کر لاشیں تھما دی گئیں۔ (مثلاً ایدھی کے حوالے سے یہ خبر کہ یوں بلا شناخت دفن کیے جانے والوں کی ملتان میں 500 قبریں ہیں۔ قانون کی حکمرانی اور آئین کی بالادستی پر سیاہ دھبہ اور سوالیہ نشان ہے) یا پھر یک طرفہ بند کمروں میں فوجی عدالت کی کارروائی میں سزائے موت صادر کر دی ہے جبکہ اس سے برأت پولیس کی تفتیش میں ثابت ہو چکی تھی۔

کیا باچاخان یونیورسٹی جیسے افسوسناک واقعات پر ریاست اور میڈیا، عوام کے ذہنوں میں یک طرفہ زہر بھر کر، انصاف کے تقاضے پورے کیے بغیر، شفاف تحقیق کے بغیر، انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنے میں حق بجانب ہیں؟ ریاست بمنزلہ باپ کے ہوتی ہے۔ اولاد میں سے ایک پر غضبناک ہو کر وہ غیظ وغضب میں دوسرے کا گلا گھونٹ کر مار ڈالنے کا انتقام نہیں لے سکتی۔ یہاں یہی سب جاری ہے۔ یہ جابجا لینڈ مائنز بونے کے مترادف ہے۔ امن کے نام پر انتقامی کارروائیوں میں پورے پورے خاندانوں کو عورتوں بچوں سمیت اجتماعی سزا دینا استعماری طاقتوں کا حربہ تو ہوسکتا ہے، اسلامی جمہوریہ پاکستان، جسے اسلامی اور جمہوری ہونے کا دعویٰ ہے، کے شایانِ شان نہیں۔ یہ ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیلنے کے مترادف ہے۔ جذباتی ابال کی آگ میڈیا سے دہکانا، سنجیدہ، مدبر، دوراندیش اینکر، تجزیہ نگار، دانشور کا کام نہیں۔ اسلام سے تعلق کو جرم قرار دے دینا، خلافت کا ذکر باعث گرفت سمجھنا، یہ کون سا پاکستان ہے؟ کیا وہ جس کے اکابر نے تحریکِ خلافت چلائی؟ خلافت عثمانیہ پر ترکی کا ساتھ دینے، عورتوں کے زیور اتار اتار کر تحریکِ خلافت پر نچھاور کرنے کی بنا پر ہر ترک پاکستان سے محبت رکھتا ہے۔ آج اسی پاکستان میں خلافت کی بات کرنے والے افراد اور تنظیمیں دہشت گرد گردانی جائیں۔ خلافت کی دہشت امریکہ یورپ پر ہونا تو بجا ہے کہ انہوں نے تین براعظموں پر محیط خلافت عمرؓ تا خلافتِ عثمانیہ کو بھگتا ہے۔ خلافت کے نام پر ان کا لرزہ براندام ہونا درست لیکن اسے دہشت گردی کہنے میں ہمارا بھی اسی لے پر ڈھول پیٹنا کیونکر روا ہوسکتا ہے؟ کیا ہم ان دجالی جنگوں میں کفر کے سہولت کار بنے رہیں گے؟ اللہ، رسول ﷺ اور اپنی تاریخ کو یکسر فراموش کر دیں گے؟ دو ہزار سال کی زندگی کا پروانہ تو کوئی بھی لے کر نہیں آیا۔ قرآن پسِ پشت ڈال کر اس کے احکام یاد دلانے والوں کو گردن زدنی قرار دینے والوں نے کیا یہ نہیں جانا: اس روز حقیقی بادشاہی صرف رحمان کی ہوگی اور وہ منکرین کے لیے بڑا سخت دن ہوگا۔ ظالم انسان اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا کاش میں نے رسول ﷺ کا ساتھ دیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ

بنایا ہوتا۔اس کے بہکائے میں آ کر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی۔شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب، میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانہ تضحیک بنا لیا تھا۔ (الفرقان:30) وہ دن تو آ کر رہنا ہے۔یوم الجزاء، یوم الدین، انصاف کا دن! امریکہ کی خوشنودی دنیا آخرت دونوں کا خسارہ ہے۔

جنگ امریکی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔عراق کو جنگوں کی نذر کر کے امریکہ عراق کو 2 ارب ڈالر کا اسلحہ فروخت کر رہا ہے۔تیل کی دولت مسلمانوں کی زندگیاں سنوارنے کی بجائے امریکہ کو قوی کر رہی اور اپنی آبادیاں نذر آتش کر رہی ہے! پھر یہی امارت اسلامیہ افغانستان تباہ کرنے والا امریکہ آج 200 ارب ڈالر سالانہ ہیروئن، منشیات کی سمگلنگ سے کما رہا ہے! دوست کے ذرائع آمدن تو ملاحظہ فرمائیے! (ملا عمر نے بہ یک جنبش قلم پورے افغانستان کو ہیروئن/پوست کی کاشت سے پاک کر دیا تھا!) پاکستان میں کرسی والوں نے جو لوٹ مار مچا رکھی ہے وہ نہلے پہ دہلا ہے۔5 سالوں میں 2 کھرب 91 ارب ڈالر باہر بھیجے گئے ہیں۔یہ مسکین صورت، جنگ سے ادھ موا پاکستان، یہ اسے بھی نچوڑنا جانتے ہیں! پاکستان کا پیسہ باہر اور عوام اندر ہیں! عوام کی چٹنی بنانے پر ڈالر ملتے ہیں۔سو ہمارے لئے خوشخبری یہ ہے کہ اگلے ماہ 75 ارب کے نئے ٹیکس ہم پر عائد کیے جائیں گے! آئی ایم ایف اور حکومت، چکی کے ان دو پاٹوں میں پسنے والوں کو عوام کہتے ہیں اور چکی چلانے والوں کو حکومت! دہشت گردی کی جنگ، دھماکے، پرخچے۔اس کے بیچوں بیچ یہ لوٹ مار۔ ہمارا دھیان بٹانے کے اسباب خوب ہیں۔ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات!

رزق، ملبوس، مکاں، سانس، فرض، قرض، دوا
منقسم ہو گیا انساں انہی افکار کے بیچ!

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ رفیق تنظیم پھالیہ (بٹ فیملی) کو اپنی بیٹی عمر 21 سال، قد 5 فٹ 10 انچ، تعلیم ایم اے اسلامیات، خوب صورت و خوب سیرت کے لیے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0346-6453822

ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک

مولانا حافظ مشتاق احمد

حضرت ابوذر ؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ’’غلام تمہارے بھائی ہیں اور (دین وخلقت کے اعتبار سے) تمہاری ہی طرح ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے (تمہاری آزمائش کے لیے) تمہارا ماتحت بنایا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ جس شخص کے بھائی کو اس کا ماتحت بنائے (یعنی جو شخص کسی غلام کا مالک بنے) تو اس کو چاہیے کہ وہ جو خود کھائے وہی اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے وہی اس کو بھی پہنائے نیز اس سے ایسا کوئی کام نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور اگر ایسا کام اس سے لیا جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو تو اس کام میں خود بھی اس کی مدد کرے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ذریعہ مالک کو یہ حکم دینا کہ وہ اپنے غلام کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اس کو وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے وجوب کے طور پر نہیں بلکہ استحباب کے طور پر ہے، چنانچہ مالک پر اس کے مملوک کا اسی حیثیت و مقدار کا نفقہ واجب ہے جو عرف عام اور رواج و دستور کے مطابق ہو۔خواہ وہ مالک کے کھانے کپڑے کے برابر ہو یا اس سے کم و زیادہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر مالک خواہ اپنے زہد و تقویٰ کی بنا پر یا از راہ عمل اپنے کھانے پینے اور پہننے میں اس طرح کی تنگی کرتا ہے جو اس حیثیت کے لوگوں کے معیار کے منافی ہے تو ایسی تنگی مملوک کے حق میں جائز نہیں ہے۔حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کام غلام کے لیے مشکل نظر آئے اور وہ اس کو پورا کرنے میں دقت محسوس کرے تو اس کام کی تکمیل میں غلام کی مدد کرو خواہ خود اس کا ہاتھ بٹاؤ یا کسی دوسرے شخص کو اس کی مدد کرنے پر متعین کرو۔چنانچہ بعض بزرگوں کے بارے میں منقول ہے کہ وہ چکی پیسنے میں اپنی باندیوں کی مدد کرتے تھے۔

غلام و ماتحت کا کھانا روکنا گناہ ہے

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک دن ان کے پاس ان کا کارندہ آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے غلام اور باندیوں کو ان کا کھانا دے دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔انہوں نے فرمایا (فوراً) واپس جاؤ اور ان کو ان کا کھانا دو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مملوک کو کھانا نہ دے۔اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا: آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ جس شخص کی روزی اس کے ہاتھ میں ہے یعنی اپنے اہل و عیال (اور غلام لونڈی) اور وہ اس کی روزی کو ضائع کر دے۔

غلام کے لیے دوہرا اجر

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا ہے (یعنی اس کی دل و جان سے خدمت کرتا ہے) اور پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہے تو اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے۔(بخاری و مسلم)

تشریح

اس کو دوہرا ثواب ملنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک ثواب تو اپنے آقا کی خدمت کی وجہ سے اور ایک ثواب اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سبب سے ملتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آقا کی خیر خواہی یعنی اس کی خدمت کرنا بھی عبادت ہے بلکہ حقیقت میں وہ بھی اللہ کی عبادت ہے کیونکہ عبادت کا مطلب تو ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ اپنے آقا کی خدمت و خیر خواہی کی جائے۔اس لیے جو غلام اپنے آقا کی خدمت کرتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرتا ہے جیسا کہ ماں باپ کی خدمت و فرمانبرداری کرنے والے کو اسی لیے ثواب ملتا ہے کہ وہ والدین کی خدمت و اطاعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرتا ہے۔سبحان اللہ کیا زریں اصول ہیں، حاکم و محکوم میں محبت کے لیے، اگر ان پر عمل ہو جائے تو آج کارخانوں، فیکٹریوں، ملز میں جو ہڑتالیں ہوتی ہیں، وہ ختم ہو جائیں۔اگر سرمایہ دار، کارخانے دار و مالک ماتحت لیبر کا حق ادا کریں اور مزدور و ماتحت اپنے مالکوں کے حق ادا کریں تو دنیا میں ایسا مثالی معاشرہ قائم ہو جائے

گا کہ روسی اشتراکی و مغربی سرمایہ داری دونوں نظام دم توڑ دیں گے۔ کیونکہ دونوں نظام اجرواجیر سرمایہ کارومزدور کے درمیان فساد و جھگڑا ڈالتے ہیں۔

امارت وقضا کا بیان

حضور ﷺ ایسے حاکم تھے کہ جو خود بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کام میں شریک ہو جاتے تھے یہ نہیں کہ صرف آرڈر دیتے تھے یہ مثال ہے آج کے ہر حاکم کے لیے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو کہ وہ سرکار دو عالمؐ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرے۔ اس طرح محبت و تعلق بڑھتا ہے ورنہ خالی حکم دیتے رہنا تو جھگڑا پیدا کرتا ہے۔

عدل وانصاف و مساوات محمدیؐ

حضور سرور دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ دوران سفر ایک منزل پر پڑاؤ ڈالا اور کھانے پکانے کا انتظام ہونے لگا۔ صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے ذمہ کوئی نہ کوئی کام لے لیا۔ ایک نے بکری ذبح کرنے پر آمادگی ظاہر کی، دوسرے نے اس کے بنانے اور صاف کرنے کی خواہش ظاہر کی، تیسرے نے کہا کہ میں پکاؤں گا، چوتھے صحابیؓ بولنے لگے ہی تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ایندھن کے لیے جنگل سے لکڑیاں لاؤں گا۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوئی تو آپؐ بھی مزدوروں کی صف میں شامل تھے مٹی کھودتے تھے اور ڈھوتے تھے۔ اس قدر بھاری پتھر اٹھاتے کہ جسم مبارک لچک جاتا۔ ایک دن سرکار دو عالمؐ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا، درست فرمانے لگے تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا حضور ﷺ میں درست کرتا ہوں۔ فرمایا، یہ شخصیت پرستی مجھے پسند نہیں۔

غزوہ بدر کے موقع پر سواریاں کم تھیں، تین تین آدمی ایک اونٹ پر باری باری سوار ہو رہے تھے۔ حضور ﷺ نے بھی اپنے ساتھ دو آدمی شامل کر لیے۔ ان دونوں نے عرض کیا آپؐ سوار رہیں ہم پیادہ چلیں گے۔ فرمایا نہ تم مجھ سے زیادہ پیادہ پا چل سکتے ہو اور نہ میں تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں۔

کہتے ہیں کہ میمون بن مہرانؒ کی باندی گرم سالن لے کر آ رہی تھی، پاؤں پھسل گیا اور شوربا حضرت میمون بن مہران پر گرا۔ میمون نے اسے مارنا چاہا۔ باندی نے عرض کیا۔ آقا! اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ﴾ پر عمل فرمائیں۔ حضرت نے کہا بہت اچھا میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ باندی نے عرض کیا اس کے بعد والے کلمہ ﴿والعافین عن الناس﴾ پر بھی عمل کیجیے۔ فرمایا بہت اچھا میں نے معاف کر دیا۔ باندی نے کہا اس کے بعد والے کلمہ ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ پر بھی عمل فرمائیں۔ فرمایا، بہت اچھا۔ جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔ سبحان اللہ ہمارے اکابر بزرگان دین کیسے خدا ترس، بامروت، ہمدرد وخیرخواہ اور انسانیت دوست تھے۔ افسوس کہ آج ہمارے اسکولز، کالجز و یونیورسٹیز میں انگریزوں، بے دینوں اور گمراہوں کے واقعات اور ڈرامے تو پڑھائے جاتے ہیں مگر اکابرین و بزرگان دین کے کارناموں و حالات کا تذکرہ برائے نام ہے جس سے نوجوان نسل دین سے برگشتہ ہو رہی ہے۔ اس کی بڑی جواب دہی ان ارباب اختیار سے ہوگی جو حکومت چلاتے ہیں۔

بدترین لوگ

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں بدترین لوگوں کی نشاندہی نہ کر دوں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور کریں۔ ارشاد فرمایا: ''جو شخص اکیلا کھائے اور اپنی نفع رسانی کو روک لے اور اپنے غلام پر کوڑے برسائے''۔ پھر ارشاد فرمایا: ''کہ ان میں سے بھی بدترین شخص بتاؤں؟'' عرض کیا گیا ضرور بتائیں۔ فرمایا: ''وہ شخص جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں''۔ پھر ارشاد فرمایا: ''اس سے بھی بدترین آدمی نہ بتاؤں؟'' عرض کیا گیا ضرور بتلایئے۔ ارشاد فرمایا: ''کہ جو شخص کسی لغزش کو معاف نہیں کرتا اور کوئی معذرت قبول نہیں کرتا اور کسی کا کوئی جرم نہیں بخشتا''۔ پھر فرمایا: ''اس سے بھی بدترین آدمی بتاؤں؟'' عرض کیا گیا بتایئے۔ ارشاد فرمایا: ''کہ جس شخص سے کسی خیر کی امید نہ ہو اور اس کے شر سے کسی کو امن نہ ہو''۔

جلد بازی اور صبر کا نتیجہ

غضب کے وقت حتیٰ الوسع صبر سے کام لو اور جلد بازی سے بچو جلد بازی اور صبر کا نتیجہ تین چیزوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جلد بازی کی صورت میں انجام کار ندامت ہوتی ہے۔ لوگوں میں ملامت ہونے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سزا ہوتی ہے اور صبر کی صورت میں طبیعت از خود مسرت محسوس کرتی ہے۔ لوگوں میں تعریف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب ملتا ہے یقیناً حلم و بردباری ابتداً کڑوی ہے مگر انجام میٹھا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے بھی کہا ہے کہ حلم کا ذائقہ گو شروع میں کڑوا ہے مگر آخر میں شہد سے بھی میٹھا ہے

حضرت صدیق اکبرؓ کا جذبہ خدمت

حضرت فاروق اعظمؓ ایک اندھی اپاہج بڑھیا کی رات کے وقت خبر گیری کیا کرتے تھے جو مدینہ طیبہ کے پاس رہتی تھی مگر کچھ دنوں کے بعد آپؓ نے دیکھا کہ پہلے ہی سے کوئی آدمی آ کر اس کے گھر کا کام کاج کر جاتا ہے۔ آپ سخت حیران تھے کہ کون ایسا مخلص و خدا ترس آدمی ہے؟ آخر ایک رات یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ شخص کون ہے وہاں ٹھہر گئے۔ سبحان اللہ کیا دیکھا کہ صدیق اکبرؓ ہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے عرض کیا کہ واقعی آپ کے علاوہ کون ایسا ہو سکتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ منتخب ہونے کے دوسرے دن صبح کچھ کپڑے اٹھائے بازار کی طرف جا رہے تھے راستہ میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ملے، پوچھا کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا بازار کی طرف تاکہ ان کو فروخت کر دوں۔ دونوں نے عرض کیا کہ آپؓ پر تو بار خلافت ہے۔ فرمایا: ''بچوں کی پرورش تو کرنی ہے''۔ یہ دونوں حضرات حضرت ابوبکر صدیقؓ کو واپس لائے اور دیگر اصحابؓ سے مشورہ کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کا ماہانہ معمولی وظیفہ مقرر کر دیا۔ جیسا کہ خلافت سے قبل معمولی خرچ ہوتا تھا اتنا ہی مقرر کیا گیا۔ اس کے علاوہ سواری سفر حج وغیرہ کے لیے مقرر کر دی اور دو چادریں کہ جب پرانی ہو جائیں تو دوسری لے لیں۔ مسلمانو! غور کا مقام ہے تاجدار دو عالم ﷺ کے خلیفہ اور اتنی سادگی فقیرانہ زندگی یہ آج کے حکمرانوں کے لیے ایک مثال ہے ورنہ حاکم رعایا کے مال کو جاگیر سمجھ کر بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔

☆☆☆

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

خطے کا مستقبل اوباما کی نظر میں

27 جنوری 2016ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی
ایوب بیگ مرزا (مرکزی ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)
رضاء الحق (ریسرچ سکالر تنظیم اسلامی)
اور یا مقبول جان (معروف صحافی و دانشور)

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق

سوال: اسٹیٹ آف دی یونین ایڈریس کیا ہوتا ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے؟

رضاء الحق: اسٹیٹ آف دی یونین ایڈریس یونائیٹڈ سٹیٹ کی ایک لیگل Requirement ہے جو ہر امریکی صدر اپنے House of representative سے شیئر کرتا ہے۔ اس کی اہمیت میں اضافہ اس وقت شروع ہوا جب دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ باضابطہ طور پر ایک سپر پاور کے طور پر سامنے آیا۔ لیکن آج کل کے دور میں اس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، جس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اس میں صدر کے علاوہ سٹیٹ کے تمام آرگنز (Organs)، یعنی کہ پوری ایڈمنسٹریشن، سینٹ کے ارکان، صدر کی پوری کابینہ، سپریم کورٹ کے ججز، عسکری قیادت، یہاں تک کہ فارن گورنمنٹ سے تعلق رکھنے والے ڈپلومیٹک کور اور ان کا چیئرمین بھی موجود ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک طرح کا امریکن پولیٹیکل کیلنڈر کا most event بن جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس خطاب میں امریکن صدر نہ صرف پچھلے سال کی کارکردگی کی وضاحت کرتا ہے بلکہ آئندہ کا لائحہ عمل بھی پیش کرتا ہے۔ اس دفعہ کے اسٹیٹ آف دی یونین ایڈریس کو اہمیت اس لیے بھی دی گئی ہے کہ یہ صدر اوباما کا آخری اسٹیٹ آف دی یونین ایڈریس تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ دنیا کے حالات اتنے Volatile ہو چکے ہیں کہ سب کی نظریں اس پر تھیں کہ صدر اوباما اس حوالے سے کیا کہتے ہیں۔ صدر اوباما نے اپنے خطاب میں اسٹیٹ آف دی یونین ایڈریس کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک میں ڈومیسٹک ایشوز پر اور دوسرے میں فارن پالیسی کے حوالے سے بات کی۔ ڈومیسٹک ایشوز میں امریکن اکانومی اور unemployment کے متعلق بات کی اور فارن پالیسی کے حوالے سے دو بڑے ایشوز کو انہوں نے ایڈریس کیا۔ ایک گلوبل Climate تبدیلی کے بارے میں اور دوسرا پوری دنیا کو دہشت گردی کا جو خطرہ ہے، اس کے بارے میں صدر اوباما نے ابتدا ہی میں واضح کر دیا کہ "United state is the most powerfull nation in the world period." پیریڈ کا لفظ انہوں نے emphasis (تاکید) کے لیے استعمال کیا جو کہ فرعونیت کی انتہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری ملٹری دنیا کی سب سے بہترین ملٹری فورس ہے۔ ہم

> اسٹیٹ آف دی یونین ایڈریس دراصل مسلم خطوں میں فتنہ و فساد پیدا کرنے کا امریکی روڈ میپ ہے۔

اپنی ملٹری پر دوسری بڑی ریاستوں سے زیادہ بڑا بجٹ صرف کرتے ہیں اور دنیا کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو بیجنگ یا ماسکو کی بجائے ہماری طرف دیکھتی ہے۔ انہوں نے داعش کے بارے میں بہت تفصیل سے بات کی۔ ہمارے خطے کے حوالے سے انہوں نے دو بہت اہم چیزوں کا ذکر کیا۔ ایک یہ کہ پاکستان، افغانستان، مڈل ایسٹ، نارتھ افریقہ اور کچھ اور ایشیائی ریاستوں میں جو Destabilization ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے وہ Decades تک چلتی رہے گی۔ ان کا یہ کہنا ایک روڈ میپ ہے اور دکھائی دیتا ہے کہ وہ ایسا کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد ہمارے سامنے ایسے واقعات بھی آئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک پری پلان منصوبہ ہے جو کہ in-action لایا جا رہا ہے۔

سوال: آپ کوئی ایسی مثال دے سکتے ہیں جس سے آنے والے وقت میں اس خطاب کے حوالہ سے نتائج برآمد ہوئے ہوں؟

ایوب بیگ مرزا: پہلے میں صدر اوباما کی اس بات پر تبصرہ کروں گا جس میں اس نے کہا کہ ہماری فوج دنیا کی بہترین فوج ہے۔ اس پر اپنی ہنسی کو کنٹرول کرنا بڑا مشکل ہو رہا ہے۔ اس لیے کہ افغانستان میں ان کے pampers جس وجہ سے مشہور ہوئے تھے وہ سب کے علم میں ہے۔ وہ بہادری تھی یا کیا تھا؟ افغانستان میں جو ہمیں نظر آیا ہے اس کے لحاظ سے ان کی فوج دنیا کی بدترین اور بزدل ترین فوجوں میں سے ایک ہے۔ بہرحال یہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات ہے۔ البتہ ایک بات کو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے پاس ٹیکنالوجی ایسی ہے جس سے وہ دنیا کو تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔ جہاں تک اسٹیٹ آف دی یونین ایڈریس کی مثالوں کا تعلق ہے تو ماضی قریب میں دیکھیے کہ 1991ء میں، جبکہ اُس وقت تک امریکہ سوویت یونین کی افغانستان میں شکست کے بعد بے لگام سپر پاور بن چکا تھا، عراق کے کویت پر حملے کے بعد امریکی صدر جارج بش سینئر نے اپنے Statement میں کہا تھا کہ یہ کسی چھوٹے ملک (کویت) کا معاملہ نہیں ہے بلکہ دنیا کے جتنے بھی بڑے معاملات ہیں، ان میں سے ایک بہت بڑی بات ہے اور اس کے لیے ہمیں نیو ورلڈ آرڈر دنیا میں لانا پڑے گا۔ اس طرح 1991ء میں نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح امریکی صدر نے متعارف کروائی تھی۔ جبکہ عراق اور کویت کی جنگ کے حوالے سے ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت عراق میں ایک امریکی خاتون ایمبیسڈر تھی، جس کے ذریعے امریکہ نے صدر صدام حسین کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر آپ کویت پر حملہ کر دیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ لیکن جونہی صدام حسین نے کویت پر حملہ کیا تو دنیا سر پر اُٹھا لی کہ یہ بہت بڑا ظلم ہو گیا۔ ان کی ڈپلومیسی ہمیشہ اس انداز میں رہی ہے۔ بہرحال 1991ء کی امریکن صدر کی اس Statement کے اثرات دنیا آج تک محسوس کر رہی ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ امریکہ اب تک اسی پالیسی پر گامزن تھا۔ اس کے بعد بل کلنٹن نے 1996ء میں کہا تھا کہ اگلی صدی امریکہ کی صدی ہوگی۔ یعنی امریکی ہر شے پر غالب آئیں گے اور نیو ورلڈ آرڈر ہی کی پالیسی پر گامزن رہیں گے۔ پھر جارج بش جونیئر نے 2002ء میں بیان دیا تھا کہ وہ دہشت گردی کو بنیاد بنا کر یا دہشت گردی کی آڑ میں مسلم دنیا پر کس طرح حملہ آور ہوں گے اور اسی کے نتائج آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ So Called دہشت گردی بھی جاری ہے اور اس کو بروئے کار

لانے میں ان کا کتنا ہاتھ ہے، یہ ساری دنیا جانتی ہے۔اس ایڈریس میں جونیئر بش نے ساتھ ہی کروسیڈ (صلیبی جنگوں) کا ذکر بھی کیا تھا اور یہ جنگ آج تک امریکہ نے مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کے نام پر جاری رکھی ہوئی ہے۔

رضاء الحق: یعنی 1991ء میں نیو ورلڈ آرڈر، 1996ء میں پروجیکٹ آف نیو امریکن سینچری۔2002ء میں Access of Evil تو یہ ساری باتیں اسٹیٹ آف یونین ایڈریسز میں ہی سامنے آئی ہیں۔تو حقیقت میں اس کی اہمیت ہے کیونکہ یہ مستقبل کے لیے امریکہ کا ایک روڈ میپ ہوتا ہے۔

سوال: ہمارے آرمی چیف نے 2016ء کے آغاز میں قوم کو یہ خوشخبری دی تھی کہ 2016ء دہشت گردی کے خاتمے کا سال ہوگا۔دوسری طرف اوباما نے اپنے اسٹیٹ آف یونین ایڈریس میں کہا ہے کہ پاکستان افغانستان اور مشرق وسطیٰ کے کئی ممالک دہائیوں تک عدم استحکام کا شکار رہیں گے۔یہ فرمائیں کہ کیا ہم اپنے اقدامات سے صدر اوباما کے دعوے کو غلط ثابت کر سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھئے! جو کچھ آرمی چیف نے کہا ہے تو انہوں نے ضرب عضب کی کامیابی کے پس منظر میں اور اپنے حالات دیکھتے ہوئے، اپنی فکر و تدبر کے مطابق کہا ہے اور جو کچھ اوباما نے کہا ہے وہ مستقبل کے اس لائحہ عمل کے تناظر میں کہا ہے جس کا اظہار ہر امریکی صدر اپنے اسٹیٹ آف یونین ایڈریس میں کرتا ہے۔معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ صدر اوباما کی پیش گوئی نہیں ہے بلکہ یہ وہ فساد ہے جو وہ آنے والے وقت میں کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔اگر امریکی صدور کے ایڈریس والے خطاب کو دیکھا جائے جو ماضی میں ہوتے رہے ہیں تو کچھ سابقہ تجزیے کے سوا، یہ روڈ میپ ہی ہوتے ہیں جن پر انہوں نے عمل کرنا ہوتا ہے۔اس خطاب میں بھی انہوں نے جن علاقوں کا ذکر کیا ہے وہ سب مسلمان علاقے ہیں، یعنی پاکستان، افغانستان، مڈل ایسٹ اور نارتھ افریقہ۔کیا ان علاقوں میں کوئی غیر مسلم ملک نظر آتا ہے؟ اور کیا دنیا میں شمالی کوریا سمیت دوسرے غیر مسلم ملک عدم استحکام کا شکار نہیں ہیں؟ لیکن اوباما نے کسی غیر مسلم ملک کا نام نہیں لیا۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے عالم اسلام کے خلاف دہشت گردی کے نام سے جو جنگ شروع کی ہوئی ہے، یہ اس کا روڈ میپ ہے۔جنرل راحیل شریف کے بارے میں ہماری رائے ہے کہ وہ ایک پروفیشنل فوجی ہیں، اور ایک فعال، محنتی اور دیانتدار آدمی ہیں۔لیکن ظاہر ہے، ہم انہیں کوئی پیغمبر تو نہیں سمجھتے (معاذ اللہ)۔ان کی بات غلط بھی ثابت ہو سکتی ہے۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری سیاسی قیادت (حکومت اور اپوزیشن) نے فوجی قیادت کا پورا پورا ساتھ دیا تو ان شاء اللہ یہ بات اسی یا نوے فیصد درست ثابت ہوگی اور 2016ء کے اختتام تک پاکستان میں دہشت گردی بہت کم ہو جانی چاہیے۔جہاں تک پاکستان میں عدم استحکام کے حوالے سے اوباما کے بیان کا تعلق ہے تو اس کا نقشہ آپ ماضی قریب میں دیکھ سکتے ہیں کہ بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی خود کو امن کا پیامبر ثابت کرنے کے لیے یہاں آئے اور واپس جاتے ہی پٹھانکوٹ ایئر بیس پر حملے کا واقعہ سامنے آ گیا اور اس کا الزام پاکستان پر لگا دیا۔اب یہ بات سامنے آ رہی ہے کہ یہ Inside Job ہے۔گویا انہوں نے ثابت کرنا تھا کہ ہم امن چاہتے ہیں جبکہ پاکستان دہشت گرد ریاست ہے۔ان حقائق کو امریکی صدر کے اس خطاب کے ساتھ جوڑ کر دیکھئے! وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہاں عدم استحکام ہوگا۔نیز اس خطاب میں اوباما نے یہ بھی کہا کہ انڈیا ہمارا نیچرل اتحادی ہے۔تو غیر مسلم باقاعدہ ایک سازش کے تحت مسلمان علاقوں میں فتنہ و فساد پیدا کرنا چاہتے ہیں۔اس کے لیے امریکہ برصغیر میں انڈیا سے مدد لے گا۔مڈل ایسٹ میں اسرائیل سے مدد لے گا اور شمالی افریقہ میں بہت سی

> **مودی کی اچانک پاکستان آمد کے فوری بعد پٹھانکوٹ حملے سے انہوں نے ثابت کر دیا کہ ہم امن چاہتے ہیں جبکہ پاکستان دہشت گرد ملک ہے۔صدر اوباما کا خطاب بھی اسی فساد کا مظہر ہے۔**

تنظیمیں ایسی ہیں جن سے مدد لے کر وہ فساد پیدا کرے گا۔اوباما کا خطاب اس سارے فساد کا مظہر ہے۔سوال یہ ہے کہ اس فساد سے بچنے کے لیے ہم کیا اقدامات اُٹھائیں؟ اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے قومی سطح پر ہمارا اتحاد ہو۔1965ء میں جب قومی اتحاد ہوا تھا تو عوام بارڈر پر لڑنے کے لیے نہیں گئے تھے لیکن ہم اپنا دفاع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔1971ء میں ہم اندرونی طور پر زبردست انتشار کا شکار تھے جس کی وجہ سے ہمیں شکست ہوئی۔تو پہلی بات یہ ہے کہ تینوں (فوجی، سیاسی اور عوامی) سطح پر اتحاد ہو۔عام آدمی بھی اس بات پر تل جائے کہ پاکستان میں امن قائم کرنے کے لیے جو کچھ بن پڑے گا میں کروں گا۔دوسری بات یہ ہے کہ پاکستانی سیاسی وعسکری قیادت غیر ملکی شکنجے سے باہر آئے اور غیر ملکی آقاؤں کے احکامات ماننے سے انکار کرے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی معیشت کو بہتر کریں اور اس کے لیے دیانتداری کی ضرورت ہے، جس کا اس وقت شدید فقدان ہے۔لہٰذا اتحاد، دیانتداری اور غیروں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کی ضرورت ہے

سوال: مسلمان ممالک میں آئے دن کوئی نہ کوئی جہادی تنظیم وجود میں آ جاتی ہے اور وہ دہشت گردی کے حوالہ سے کارگزاری بھی دکھانا شروع کر دیتی ہے۔مثلاً ISIL، بوکوحرام وغیرہ۔یہ فرمائیں کہ ایسی تنظیمیں کیسے وجود میں آ جاتی ہیں، ان کو وسائل اور گولہ بارود کون فراہم کرتا ہے، اصل معاملہ ہے کیا؟

رضاء الحق: یہ بڑا دلچسپ سوال ہے۔مسلم علاقوں کو میدان جنگ بنانا امریکہ کی ایک دیرینہ پالیسی ہے، جس میں اب انہوں نے تھوڑی سی تبدیلی یہ کی ہے کہ اب وہ ان علاقوں میں اپنے قدموں کے نشان بھی نہیں چھوڑنا چاہتے۔اس کے لیے وہ مختلف ممالک میں اپنے منتخب کیے ہوئے کٹھ پتلی حکمرانوں اور مختلف تنظیموں کے ذریعے انتشار پیدا کریں گے۔جس طرح بیگ صاحب نے فرمایا کہ برصغیر میں انڈیا کو یہ رول اسائن کیا گیا ہے کہ اس نے یہاں پر Destablization Create کرنی ہے اور تھرو Deception کرنی ہے۔یہی کام اسرائیل مڈل ایسٹ میں کرتا ہے۔جبکہ نارتھ افریقہ میں مختلف تنظیموں سے کام لیا جاتا ہے۔Yinon ایک ورلڈ ذائنسٹ آرگنائزیشن کا ممبر تھا، اس نے 1980ء میں Yinon پلان پیش کیا تھا، جس کو جوناتھن کک نے 2008ء میں اپنی کتاب میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔اس پلان کا لب لباب یہ تھا کہ گریٹر اسرائیل کے لیے مڈل ایسٹ کو Reshape کرنا پڑے گا اور اس کا پورا میپ تبدیل کرنا پڑے گا اور یہی چیز صدر اوباما نے بھی اپنے اسٹیٹ آف یونین ایڈریس میں کہی ہے کہ مڈل ایسٹ ایک ٹرانسفارمیشن کے دور میں جا رہا ہے۔لہٰذا گریٹر اسرائیل کے لیے مڈل ایسٹ اور نارتھ افریقہ کے وہ ممالک (سوڈان، صومالیہ، نائیجیریا، لیبیا وغیرہ) جن میں عرب اسپرنگ (جو کہ اصل میں عرب ونٹر تھا) کے نام سے تحریک اٹھی تھی، وہاں یہ سول وارز Create ہوئیں۔جہاں مختلف گروپوں کی آپس میں لڑائی چل رہی ہے۔اس ریجن کے حکمرانوں اور حکومتوں کے خلاف برسرپیکار ان متحارب گروپس میں داعش بھی ہمیں ایک اتحادی کے طور پر نظر آتی ہے، القاعدہ بھی وہاں موجود ہے، القاعدہ کی مختلف برانچز بھی ہیں، الشباب کے نام سے ایک گروپ تھا اور بوکوحرام ہے۔یہ سب گروپس کہاں سے وجود میں آئے، کہاں

سے ان کی فنڈنگ ہوئی؟ یہ تو اب بہت کلیئر ہو چکا ہے کہ ان کے پیچھے مغرب کا ہاتھ ہی ہے۔ جو ان کو بناتا ہے، سپورٹ کرتا ہے، اسلحہ فراہم کرتا ہے، ٹریننگ دیتا ہے، انفارمیشن دیتا ہے اور پھر ان کو اس میدان میں چھوڑ دیتا ہے تاکہ وہ آپس میں لڑیں، سول وار اور زیادہ بڑھے، مسلم ممالک چھوٹے چھوٹے حصوں میں ٹوٹیں اور گریٹر اسرائیل جو کہ Yinon پلان کے مطابق ہے وہ پورا ہو سکے۔ تو یقیناً ان تنظیموں کو ویسٹ نے ہی بنایا ہے۔

سوال: ان تنظیم سے تو مغرب کا شیطانی ایجنڈا ہی تکمیل پاتا نظر آتا ہے۔ پاکستان کو ان کے مذموم عزائم سے کیسے بچایا جاسکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں Analysis کا بھی بہت زیادہ فقدان ہے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب اور امریکہ میں باقاعدہ تھنک ٹینکس بیٹھتے ہیں اور نہ صرف حالات حاضرہ پر غور کرتے ہیں بلکہ مستقبل کی پلاننگ بھی کرتے ہیں اور نان گورنمنٹ ہونے کے باوجود ان کا گورنمنٹ سے تعلق ہوتا ہے۔ یعنی ان کے مشوروں کو نہ صرف اہمیت دی جاتی ہے بلکہ انہیں حکمرانوں کی کافی حد تک سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی آدمی یا کوئی گروپ بیٹھ کر غور و فکر کے بعد کوئی کام کرے گا تو وہ اس سے یقیناً بہتر ہوگا جو ایک جلد باز آدمی یا بغیر پلاننگ کے قدم اُٹھانے والی جماعت کرے گی۔ لہٰذا ہمارے ہاں سب سے پہلے بیٹھ کر غور و فکر اور مشاورت کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام میں بھی غور و فکر اور مشاورت کی بڑی اہمیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کے لیے دنیاوی سہولیات اور دولت بہت بڑی آزمائش ہے۔ ہم یقینی طور پر اس آزمائش میں ناکام ہو چکے ہیں۔ دیکھئے! انسان تین سمتوں میں محنت کر سکتا ہے۔ یعنی اپنی ذات، اپنے ملک اور اپنی آخرت کے حوالے سے۔ ہمیں حکم ہے کہ ہم آخرت کے حوالے سے محنت کریں۔ اس میں ہماری دنیا خود بخود آجاتی ہے۔ لیکن دنیا کے حوالے سے ہمیں محنت کرنے سے روکا نہیں گیا۔ اس وقت بدقسمتی سے آخرت کے حوالے سے دنیا نے آنکھ بالکل بند کر لی ہے۔ خاص طور پر ویسٹ اور امریکہ تو صرف مادی دنیا پر یقین رکھتے ہیں۔ لہٰذا وہ پوری Commitment اور پوری کوشش کے ساتھ مادی دنیا میں اپنی ترقی کے لیے جماعتی اور ملکی سطح پر کوشاں ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے ذاتی مفادات بھی پس پشت ڈال دیے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہم نہ آخرت کے حوالے سے اور نہ ہی دنیوی لحاظ سے قومی و ملکی سطح پر کوئی کوشش اور محنت کرتے ہیں۔ ہماری سوچ قومی ہونے کی بجائے اس حد تک ذاتی ہوگئی ہے کہ ہر کوئی قومی دولت کو ”سرکاری مال“ کہہ کر ہڑپ کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ ہم اپنی ذات سے آگے سوچ نہیں سوچتے۔ لہٰذا میں یہ کہوں گا کہ ویسٹ نے اگر (آخرت کے حوالے) اپنی ایک آنکھ بند کر لی ہے لیکن دنیا کے حوالے سے اس نے اپنی ایک آنکھ کھول کر رکھی ہوئی ہے اور وہ دنیا میں ترقی بھی کر رہا ہے، آگے بھی جا رہا ہے اور اس میں وہ ہمیں شکست بھی دے رہا ہے۔ جبکہ ہم نے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لی ہیں۔ ہم نہ دنیا کے رہے اور نہ آخرت کے رہے۔ لہٰذا اس وقت ہم دنیا میں بھی ذلیل ہو رہے ہیں، ذلت و نکبت ہمارا مقدر بن گیا ہے اور آخرت کے لحاظ سے بھی ہم نے کچھ نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ پاکستان کے لوگ ایک لحاظ سے بڑے خوش نصیب اور ایک لحاظ سے بڑے بدقسمت ہیں۔ اس لیے کہ اہل پاکستان دنیا کی وہ واحد قوم ہیں کہ اگر یہ آخرت کے لیے کوشش کریں گے تو ان کی دنیا خود بخود سنور جائے گی۔ اس لیے کہ پاکستان کا استحکام اس کے اسلامی ریاست بننے میں مضمر ہے۔ جب آپ اس کو اسلامی ریاست بنائیں گے تو آپ کی آخرت سنور جائے گی اور اسلامی ریاست بننے سے جب یہاں استحکام آئے گا تو آپ کی دنیا بھی سنور جائے گی۔ یہ خوش قسمتی نہ مصر کو حاصل ہے نہ عراق کو اور نہ کسی دوسرے مسلم ملک کو بلکہ یہ خوش قسمتی صرف پاکستان کے مسلمانوں کو حاصل ہے۔

سوال: صدر اوباما نے اپنے اسٹیٹ آف دی یونین ایڈریس میں کہا ہے کہ پاکستان، افغانستان اور مشرق وسطیٰ کے کئی ممالک دہائیوں تک عدم استحکام کا شکار رہیں گے۔ یہ بتائیں کہ صدر اوباما کے اس تجزیے کے اس خطے پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

اوریا مقبول جان: اثرات انہوں نے پہلے ہی مرتب کرا لیے ہوئے ہیں اور اس کے بعد انہوں نے یہ بات کہی ہے۔ یہ ان کی کوئی پیشن گوئی نہیں ہے بلکہ یہ حالات انہوں نے خود بخود خراب کیے ہیں اور ان کی پلاننگ میں یہ چیز شامل تھی۔ ان کے مطابق نکسن ڈاکٹرائن بڑی زبردست ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ نے مسلم اُمہ کو خراب رکھنا ہے تو تین ملکوں میں کبھی بھی امن نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی پاکستان، افغانستان اور ایران میں۔ اس ڈاکٹرائن کا دوسرا اہم جز یہ تھا کہ اسرائیل کے اردگرد کوئی طاقتور ملک نہیں ہونا چاہیے اور اس کے لیے انہوں نے پہلے عراق میں صدام کو ختم کیا، پھر مڈل ایسٹ میں جتنی بھی طاقتور فورسز تھیں ان سب کو بشار الاسد کے ساتھ لڑا کر کمزور کر دیا۔ اس منصوبے میں پیوٹن اور اوباما سب ایک ہیں۔

سوال: آرمی چیف راحیل شریف نے بروقت ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا ہے۔ پاکستان میں اُن کی کارکردگی بے مثل سمجھی جاتی ہے۔ کیا اب وہ اتنے موثر رہیں گے؟ نیز یہ کہ خطے پر اس کے کیا اثرات مرتب ہونگے؟

اوریا مقبول جان: پاکستان آرمی کا جرنیل آخری لمحے تک موثر ہوتا ہے۔ لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ اس کو اتنا بڑا ایشو کیوں بنایا جا رہا ہے۔ ایک بندے کی ریگولر ملازمت ہے اور ریگولرلی اس نے چھوڑ دینی ہے۔ ہمارے ہاں ہیرو بنانے کا جو چکر ہے یہ بڑی حیران کن بات ہے۔ پاکستان کے اندر جب بھی آرگنائزیشنل ہیرو بنتے ہیں تو میڈیا میں بنائے جاتے ہیں، بنتے نہیں ہیں۔

سوال: آپ نے نکسن ڈاکٹرائن کا ذکر کیا، جس میں ان کی پاکستان، افغانستان اور ایران میں امن قائم نہ کرنے کی پلاننگ ہے۔ آپ یہ فرمائیں کہ پھر ہم کیا اقدامات کریں کہ پاکستان ترقی کی راہ پر چل پڑے اور یہاں مستقل بنیادوں پر امن قائم ہو سکے؟

اوریا مقبول جان: میں پچھلے دنوں مسقط گیا ہوا تھا وہاں کے حالات اور ان کی پالیسیوں کا جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ حالانکہ ان کا ایک بارڈر یمن اور ایک سعودی عرب کے ساتھ ہے اور وہ بہت Dependent سا ملک ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو بالکل آزاد رکھا ہوا ہے۔ ان کے ایران اور سعودی عرب دونوں کے ساتھ بہتر تعلقات ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کسی طور پر بھی اس war میں نہیں آئیں گے اور یہ بڑی صحیح بات ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ پاکستان ایسا کیوں نہیں چاہتا۔ اگر ہم مکمل طور پر اپنے آپ کو آزاد کرلیں تو وہ زیادہ بہتر ہوگا۔ پاکستان کو مستقل طور پر یہ کہنا چاہیے کہ ہم مشرق وسطیٰ کے اس کرائسز کو بنیادی طور پر ایک غلط کرائسز سمجھتے ہیں اور ہم اس میں کسی طور پر بھی اپنا حصہ ڈالنے کو تیار نہیں ہیں۔ یہ بن بلائے چلے گئے کہ ہم آپ کی صلح کرائیں گے۔ نہ آپ کو کسی نے صلح کرانے کے لیے کہا، نہ آپ اس قابل ہیں، نہ آپ کو کوئی مانتا ہے۔ چلو سعودی عرب نے آپ کی تھوڑی بہت عزت رکھ لی، ایران میں آپ صرف صدر سے ملے۔ حالانکہ ایران کی ایڈمنسٹریشن میں صدر کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ وہاں رہبری کونسل ہی اصل فیصلے کرتی ہے۔ ایران کا صدر تو ایک چپڑاسی نہیں رکھ سکتا۔

اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر
”خلافت فورم“ کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔

پاکستان کی نظریاتی اساس، ریاست کا بیانیہ، دہشت گردی

اوریا مقبول جان

جس دن یعنی 14 اگست 1947ء سے یہ مملکت خداداد پاکستان اس دنیا کے نقشے پر ابھری ہے، ٹھیک اسی دن سے ایک طبقہ اس ملک کی اساس اور بنیاد سے بغض وعناد رکھتے ہوئے اسے تمام مسائل کی جڑ سمجھتا ہے اور وہ ہمیشہ یہ کوشش کرتا رہتا ہے کہ اس ملک میں جب کبھی حالات خراب ہوں، بددیانتی عام ہو جائے، صوبائی حقوق غصب ہوں، آمریت کے سائے مسلط ہو جائیں، لٹھ مار گروہ پیدا ہوں، فرقہ وارانہ قتل وغارت شروع ہو جائے تو ایسے تمام مسائل کی وجہ صرف اور صرف پاکستان کی اساس، اس کی بنیاد اور اس کے نظریے کو قرار دیتا ہے۔

اس گروہ یا طبقے کے نزدیک برائیوں کی جڑ قرارداد مقاصد ہے جس کی وجہ سے پاکستان ایک آزاد جمہوری ریاست کے بجائے ایک مذہبی شناخت والی ریاست بن گیا ہے، جس سے لبرل سیکولر جمہوری کلچر کو فروغ نہیں ملا، اقلیتیں غیر محفوظ ہو گئی ہیں اور طالع آزما جرنیلوں نے اس کا سہارا لے کر جہادی کلچر کو فروغ دیا ہے، جس کی وجہ سے ہم آج دہشت گردی کے مسئلے سے دوچار ہیں۔ ہمارے پڑوسی ہم سے ناراض ہیں، نہ ہم خود چین سے بیٹھتے ہیں اور نہ ان کو چین سے بیٹھنے دیتے ہیں۔

یہ ساری رام کہانی گزشتہ ساٹھ سالوں سے اس ملک کا لبرل، سیکولر اور پروٹسٹنٹ ملا ہمیں سنا رہا ہے۔ ان دنوں اس کا ایک نیا طریقہ اظہار ڈھونڈا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہماری ریاست کا بیانیہ غلط ہے، اسے تبدیل ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے بیانیے ہیں جن پر پابندی لگا دی جائے کیونکہ ان سے شدت پسندی جنم لیتی ہے۔ اس کی کوکھ سے جہادی روح پیدا ہوتی ہے اور نتیجے میں ملک کو صرف دہشت گردی ملتی ہے۔

ان لبرل سیکولر دانشوروں اور پروٹسٹنٹ مذہبی اسکالروں نے گزشتہ دو سالوں میں اس بیانیے کے نکات بھی بار بار بیان کر دیے جن پر پابندی لگانی چاہیے کیونکہ اس بیانیے کی وجہ سے دہشت گردوں کو نظریاتی اساس ملتی ہے۔ ان کے نزدیک سب سے پہلے ریاست کا بیانیہ تبدیل ہونا چاہیے اور اس کے بعد ان تمام بیانیوں پر پابندی عائد ہونی چاہیے جو اس نئے بیانیے کے مخالف ہوں۔

ریاستی بیانیہ کی تبدیلی کی ضرورت سب سے پہلے پرویز مشرف کے دور میں محسوس کی گئی اور وہ بھی اس وقت جب پاکستان نے امریکا کی گیارہ ستمبر کے بعد چھیڑے جانے والی جنگ میں ساتھ دینے کا اعلان کیا تھا۔ یہ پاکستان کی تاریخ میں 54 سال بعد آنے والا پہلا بہت بڑا موڑ تھا جس میں اس ملک کی نظریاتی ٹرین کو بالکل دوسری سمت موڑ دینے کی کوشش کی گئی۔

آج پندرہ سال بعد ہم اس مقام پر کھڑے ہو چکے ہیں جہاں ہمارا معاشرہ، ملک اور ریاست ایک ایسی جنگ میں مبتلا ہیں جہاں اقتدار میں موجود مخصوص لوگ، مخصوص دانشور اور سیاسی تجزیہ کار پاکستان کی نظریاتی ٹرین کا رخ بدلنا چاہتے ہیں، ان کے پاس ریاست اور حکومت کی طاقت ہے جب کہ دوسری جانب اکثریت اس سے بے پرواہ ہے، لیکن ان پندرہ سالوں میں ایک ایسی اقلیت نے جنم لیا ہے جو ہر صورت نظریاتی اساس کو تبدیل نہیں ہونے دینا چاہتی۔ یہ وہ اقلیت ہے جو اپنے جنون میں ہر حد سے گزر جانے کو تیار ہو جاتی ہے۔ یہی وہ اقلیت ہے جو ان گروہوں کے ہتھے چڑھتی ہے جن کا مقصد اس ملک میں دہشت اور تخریب کاری ہوتا ہے اور جنھیں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اور بھاری بیرونی امداد کے ذریعے قائم کیا گیا ہے۔

بیانیہ کے نفاذ کے اس شدت پسند طریقہ کار کی حامی یہ اقلیت ہے لیکن وہ جو بیانیہ سے نفرت کرتے ہیں وہ یہ رٹ لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ سرے سے بیانیہ ہی بدل دو۔ انھیں اندازہ نہیں کہ بیانیہ سے روگردانی نے تو یہاں لٹھ مار گروہ پیدا کر دیے۔ اگر بیانیہ بدلنے چلے تو پھر کیا ہوگا۔

ایک صاحب نے بڑی محنت سے اس بیانیہ کے ان نکات پر پابندی لگانے کے لیے فہرست مرتب کی تو دوسرے صاحب نے ایک اور فہرست تیار کر دی جن کے مشترکہ نکات ایسے ہیں جن کے بارے میں ان کا تصور یہ ہے کہ ان پر گفتگو کرنے، لکھنے اور ترویج کرنے پر پابندی لگا دی جائے تو نہ داعش باقی رہے گی اور نہ طالبان اور نہ ہی دہشت گردی ہوگی اور نہ تخریب کاری۔

ان میں سب سے اہم ترکیب، لفظ یا تصور جس سے نفرت ابھرتی ہے وہ خلافت ہے۔ اس لفظ سے نفرت ان کے منہ اور ذہن میں جارج بش اور ٹونی بلیئر کے اس فقرے کے بعد آئی جب انھوں نے اپنے مخالفین کے بارے میں مغرب کو خبردار کرتے ہوئے کہا تھا The want Khelafa Back (یہ تو دوبارہ خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں)۔ بیانیہ تبدیل کرنے والوں کو کون سمجھائے کہ اس برصغیر پاک و ہند میں انگریز اقتدار کے خلاف سیاسی سرگرمیوں اور سیاسی شعور کا آغاز جس تحریک سے ہوا تھا اسے تحریک خلافت کہتے ہیں۔

گاندھی نے کہا تھا کہ اگر مجھے اپنی پوری زندگی میں کسی ایک تحریک کا انتخاب کرنا پڑے تو میں تحریک خلافت کا کروں کیونکہ اس سے ہندوستان کے سیاسی شعور کا آغاز ہوا تھا۔ کیسے کیسے ہیرو اس قوم کو میسر آئے جن میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نمایاں تھے۔ ترکی کی خلافت عثمانیہ کو امہ کی مرکزیت جان کر جو ایثار ہندوستان کے لوگوں نے کیا، اس پر آج بھی ترکی میں پاکستانیوں سے محبت پائی جاتی ہے۔ گزشتہ نوے سالوں میں بھی کسی نے کہا کہ تصور خلافت کا ذکر کرنا ختم کرو کہ یہ مسلمانوں میں شدت پسندی پیدا کرتا ہے۔

آج بھی پوری دنیا کے اسلامی ممالک میں عوام سے سوال کیا جائے کہ تمہارے نزدیک حکمرانی کے آئیڈیل کون ہیں تو وہ خلفائے راشدین کا نام لے گا۔ چند سال پہلے جو PEW نے سروے کروایا تھا اس میں مصر، ترکی، پاکستان اور انڈونیشیا میں 80 فیصد کے لگ بھگ لوگ خلفائے راشدین کی حکومت کو اپنا آئیڈیل تصور کرتے تھے۔ ایسے میں خلافت کا ذکر ختم کرنے سے اس بیانیے کو روکنے سے کیا 20 کروڑ لوگوں ے دلوں سے خلافت کے تصور کی عزت وتکریم ختم ہو جائے گی۔ بیانیے کا دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ جمہوریت اسلام سے متصادم ہے۔ یہ ایک ایسا نکتہ نظر ہے جس پر اس امت میں ہمیشہ دو آراء رہی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کی مسلم امت میں سب سے توانا آواز علامہ اقبال جمہوریت کو ابلیس کی ایجاد تصور کرتے تھے اور اس سے گریز کرنے کو کہتے رہے۔

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کار شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

طرز جمہوری سے گریز کرو اور کسی پختہ کار کا غلام ہو جا کہ دو سو گدھوں کے دماغ سے انسانی فکر برآمد نہیں ہو سکتی۔
اقبال کے لاتعداد اشعار جمہوریت کو ظالمانہ، شاطرانہ اور ابلیسی نظام ثابت کرتے تھے۔ وہ یہ سب انگریز حکمرانوں کے دور میں کہتے رہے جو جمہوریت کو اپنا لگایا پودا تصور کرتے تھے۔ کسی نے ان کے بیانیہ پر یہ کہہ کر پابندی نہ لگائی کہ اس سے ریاست کی چولیں ہل جائیں گی۔ بیانیے کا اگلا تصور جس پر پابندی کی خواہش کی جاتی ہے وہ قومی ریاستوں کی نفی ہے۔ اگرچہ کہ اقبال اس پر بھی واضح ہیں۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اس کے باوجود بھی قومی ریاستوں کا آغاز 1920ء کے آس پاس ہوا اور صرف ساٹھ سال کے بعد ہی پورے یورپ نے ایک کرنسی، ایک پارلیمنٹ اور ایک خطے کی بنیاد پر قومی ریاستوں کی سرحدوں کو ملیامیٹ کر دیا۔ لیکن چونکہ وہ علاقے کی بنیاد پر واپس اکٹھا ہوئے ہیں، اس لیے کسی کو کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر آپ کہیں کہ مذہب کے رشتے سے مسلمان ایک ہو جائیں تو کہیں گے کہ یہ لوگ تو خلافت واپس مانگتے ہیں۔ یہ تصور تو ایک خواب ہے ایک ایسا خواب جس میں پہلے مسلم ایک امت بنتے ہیں اور پھر پوری انسانیت ایک امت، کیا قرآن نے پوری انسانیت کو ایک امت نہیں کہا۔

اقبال نے کہا تھا جمعیت اقوام نہیں جمعیت آدم۔ اس طرح کے تصور کے امین تو پوری دنیا میں موجود ہیں۔ کمیونسٹ دو سو سال جمہوریت کو گالی دیتے رہے۔ پچھتر سال انھوں نے جمہوریت کے بغیر آدھی دنیا پر حکمرانی کی، دنیا کے تمام محنت کشوں کو بلا رنگ و نسل ایک قوم کہتے رہے۔ لیکن کارپوریٹ کلچر کے گماشتے انھیں دنیا کے امن کے لیے خطرہ بتاتے، انھیں دہشت گرد، تخریب کار اور ملک دشمن قرار دیتے، دنیا کے پچاس ملکوں میں ان کے خلاف خونریز جنگیں لڑی گئیں، ان میں ویت نام سے لے کر چلی تک سب شامل ہیں۔ ان کے بیانیے پر پابندی لگائی گئی۔ لیکن وہ آج بھی ثابت قدم ہیں۔ اس کارپوریٹ کلچر کی بنیاد اور روح سودی بینکاری ہے، کہا جاتا ہے کہ اس بیانیے کا بھی خاتمہ ہونا چاہیے کہ پاکستان حکومت سود کا خاتمہ نہیں چاہتی۔ کیا یہ سچ نہیں ہے۔

حیرت ہے کہ یہ لوگ صرف دو کروڑ لوگوں کی وکالت کرتے ہیں جن میں اکثریت مجبوراً بینک کا رخ کرتے ہیں جب کہ 20 کروڑ تو ایسے ہیں جو بھول کر بھی بینک کی شکل نہیں دیکھتے۔ سود کے خلاف گفتگو ختم ہو جائے گی تو کیا گھروں سے قرآن پاک بھی اٹھا دیے جائیں گے۔ جن میں سورہ بقرہ کی یہ آیت موجود ہے کہ اگر تم سود نہ چھوڑو گے تو تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے اعلان جنگ ہے۔ کیا لوگ بیانیہ بدلنے سے ایمان بھی ترک کر دیں گے۔

کس قدر احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ بیس کروڑ لوگوں کا ایمان ان کے دلوں میں دھڑکتی وہ خواہش کہ مسلمانوں کا آئیڈیل دور خلفائے راشدین کا تھا اور ویسی ہی حکومت ان کے مسائل کا حل ہے مشعلوں کی طرح چمکتی اسلام کے میدان کارزار کی شمشیر بکف شخصیات یہ سب صرف بیانیہ بدل جانے سے خود بخود بدل جائے گا۔

لوگ خوشحالی کے سراب کے پیچھے اسلام سے اپنی والہانہ محبت ترک کر کے ان دانشوروں کالم نگاروں اور اینکر پرسنوں کی طرح سیکولر اخلاقیات، لبرل طرز گفتگو اور جدید سائنسی ترقی کے دلدادہ ہو جائیں گے۔ اسلام اور اس کے تصورات کے بارے میں ایسی غلط فہمیاں گزشتہ چار صدیوں سے ایسی تمام طاقتوں کے ذہنوں میں پلتی رہی ہیں جو اقتدار پر قابض ہونے کے بعد یہ تصور کر لیتے تھے کہ ریاست کا بیانیہ بدلنے اور ایسے تمام بیانیے پر پابندی لگانے جس سے اسلام یا مسلمان کا بحیثیت امت تشخص ابھرتا ہو وہ اس بات میں کامیاب ہو جائیں گے اور ایک دن ضرور آ جائے گا جب لوگ بحیثیت مسلمان دنیا میں ابھرنے کا خواب دیکھنا بھی ترک کر دیں گے۔

اس امت پر افریقہ کے مغربی ساحلوں سے لے کر بحرالکاہل کے مشرقی کناروں تک چار بڑی طاقتوں نے حملے کیے قبضے کیے سلطنتیں قائم کیں۔ انگریز ولندیزی فرانسیسی اور پرتگیزی یہ سب کے سب علاقے فتح کرتے اور حکومتیں قائم کرتے۔ اس دور میں اسلام کے مقابلے میں سیکولرازم نہیں بلکہ عیسائیت کا بیانیہ تھا۔ حکومت کسی کی بھی ہو بے شک فرانس اور برطانیہ آپس میں لڑتے رہیں لیکن مشنری سرگرمیوں میں تمام کی تمام نوآبادیاتی طاقتیں متفق ہوتیں۔ چرچ کا کوئی ملک علاقہ زبان یا نسل نہ تھی۔ وہ کسی بھی ملک کو دیکھ کر حالات کا مطالعہ کر کے ایسے پادریوں کو بھیجا کرتے جو وہاں کے عوام کو عیسائیت کی طرف مائل کر سکیں۔

اس مقصد کے لیے تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے والے نصاب اور متعلقہ بیانیہ کا سہارا لیا جاتا۔ برصغیر میں پرتگیزیوں نے بنگال کے ہگلی کے علاقے میں پہلا چرچ قائم کیا یہ 1599ء کی بات تھی۔ اس کے بعد انگریز آئے۔ انھوں نے پرتگیزیوں کو نکال باہر کیا لیکن چرچ اس کے تعلیمی اور مشنری اداروں کو قائم رکھا۔ برصغیر میں جس پادری کو بھیجا گیا تھا وہ ایگریکلچر یعنی زراعت کا ماہر تھا تاکہ وہ یہاں کے مفلوک الحال کسانوں کو ساتھ ملائے اور زراعتی خوشحالی کے ذریعے عیسائیت کو آگے بڑھائے 1818ء میں پہلا Theological College قائم کیا گیا یعنی عیسائیت کا مدرسہ۔ پوری مسلم دنیا کے چھ زون بنائے گئے اور ہر زون میں علیحدہ طریق کار سے عیسائی مشنریوں کو بھیجا جاتا۔

تقریباً دو سو سال بعد جب جائزہ لیا گیا کہ کتنے مسلمان عیسائی ہوئے ہیں تو ان کی تعداد چند سو بھی نہ تھی۔ پورا مغرب سٹپٹا کر رہ گیا کہ مسلمان تو لوہے کے چنے ہیں ان کے سامنے ریاست کا جو بھی بیانیہ ہو جتنی ترغیبات ہوں یہ لوگ اپنا مذہب نہیں چھوڑتے۔ کل کسی وقت ان کے اندر پیدا ہونے والا کوئی باشعور رہنما انھیں ہمارے خلاف منظم کر سکتا ہے۔ اب حملے کا طریقہ کار بدلا گیا۔ اب بیانیہ ایسا ترتیب دیا گیا کہ جس سے اسلام کی اصل روح کو غائب کیا جائے۔ یہ بیانیہ جدید مغربی تہذیب اور سیکولر نظریات کے پیرائے میں تیار کیا گیا۔ اس کے نزدیک ہر مسلمان کا رنگ نسل زبان اور علاقے کی وجہ سے ایک ملک ہوتا ہے وہی اس کی سب سے عظیم شناخت ہے۔ یہ مسلم امہ نام کا تصور ایک فریب نظر ہے دھوکا ہے۔

اس فریب نظر اور دھوکے کو مستحکم بنانے کے لیے جنگ عظیم اول کے بعد مسلمانوں کو ستاون کے قریب ملکوں میں تقسیم کیا گیا۔ 1920ء میں پاسپورٹ آیا 1924ء میں ویزا ریگولیشنز۔ اور اب وطن کا بت ہر ملک میں تعظیم کے لیے کھڑا کر دیا گیا جس کی ایک عبادت اس ملک کا قومی ترانہ بنا دی گئی۔ ہر کسی نے اس بت کو دلوں میں بسایا اور اسے مسلم امت کے تصور پر فوقیت دی۔ اس تصور کے بعد دوسرا بیانیہ جہاد کا تھا جو جدید مغربی تہذیب کے پروانے اپنے لیے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ ایک مرنجا مرنج مسلمان ہر قسم کے ظلم اور زیادتی کے باوجود صلح جو اور غلبے کے بجائے ہر فاتح نوآبادیاتی قوت کے ساتھ مل کر اس کی سربلندی کے لیے کام کرے اور اسی طرح اپنی زندگی بھی بہتر بنائے اور دنیاوی مفادات بھی حاصل کرے۔

یہی وجہ تھی اور اسی بیانیے کا نتیجہ تھا کہ مسلم امہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے بجائے قومی بالادستی کے لیے جنگوں کا رواج اور مرنے مارنے کا تصور عام ہو گیا۔ کسی کو انگریز کے ساتھ مل کر دلی کے لال قلعہ کو فتح کرنے میں کوئی شرم محسوس نہ ہوئی۔ جنگ عظیم اول اور دوم میں اپنے ہی

مسلمانوں کو قتل کر کے خانہ کعبہ پر گولیاں برسا کر اور انگریز کے یونین جیک کو لہرا کر وکٹوریہ کراس سینے پر سجانے اور جنگ میں موت سے ہمکنار ہونے پر فخر کی روایت پڑ گئی۔

ایسے میں اس بیانیہ کو مضبوط کرنے کے لیے دین کی تشریحات کا سہارا لیا گیا۔ اس میدان کا سب سے پہلا شہوار مرزا غلام احمد قادیانی تھا جس نے اعلان کیا کہ اس کے مسیح موعود اور مہدی موعود ہو جانے کے بعد جہاد بالسیف یعنی تلوار کے ساتھ لڑنے کا تصور ختم ہو گیا۔ جہاد کے بے شمار معانی پہنائے گئے۔

صوفیاء کی ایک نسل کو تیار کیا گیا جنہوں نے اپنے اسلاف اور بزرگان کے برعکس تاج برطانیہ سے وفاداری کو وقتی مصلحت اور دین کی دوسرے ادیان کے ساتھ ہم آہنگی قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ کتنے ایسے مرشدین تھے جو اپنے مریدوں کو انگریز کے شانہ بشانہ لڑنے کے لیے بھیجتے رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ حق کی ایک جماعت کو دلیل اور اتمام محبت کے لیے ضرور قائم رکھتا ہے اسی لیے صوفیائے کرام میں پیر صاحب پگاڑا کا انگریز کے خلاف جہاد اور ان کی پھانسی پر شہادت نے اس بیانیے کو زندہ رکھا جو مسلم امہ کا خاصہ تھا۔

یہی وہ بیانیہ تھا جس کی بنیاد پر پاکستان تخلیق ہوا۔ یہی بیانیہ مسلمانوں نے میدان بدر میں تحریر کیا تھا۔ بھائی بھائی کے مقابلے میں آن کھڑا ہوا تھا اور بیٹا باپ کے مقابلے میں۔ برصغیر کی تقسیم کے وقت بھی یہی ہوا۔ ایک دادا کی اولاد محمد حسین چیمہ اور ارجن داس چیمہ دونوں علیحدہ ہو گئے۔ ایک طرح کا بھنگڑا ڈالنے والے ہیر گانے والے اور ساگ اور مکی کی روٹی کو پسند کرنے والوں نے اعلان کر دیا کہ یہ ہمارے بھائی نہیں کیونکہ یہ کلمہ طیبہ نہیں پڑھتے۔ یہ ملک پنجابی، سندھی، بلوچ اور پشتون نے مل کر نہیں بنایا بلکہ پنجابیوں نے پنجابی ہونے، سندھیوں نے سندھی، بلوچوں نے بلوچ اور پشتونوں نے پشتون ہونے سے انکار کیا تھا تو یہ ملک بنایا تھا۔ ورنہ دس لاکھ جانوں کی قربانی کے بجائے سکھوں کے ساتھ مل کر برصغیر کا سب سے خوشحال ملک پنجاب بنایا جا سکتا تھا۔

14 اگست 1947ء سے اس بیانیے کو رد کرنے اور لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے مسلمانوں میں یہ جہادی روح اور شدت پسندی نصاب تعلیم کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ پرویز مشرف نے پورے کا پورا نصاب تعلیم بدل کر رکھ دیا۔ گزشتہ تیس سالوں سے ملک کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں انگلش میڈیم اسکولوں نے سنڈریلا سے لے کر سنو وائٹ تک اور الیگزینڈر سے لے کر شراب کشید کرنے کے تہواروں تک سب کچھ پڑھا ڈالا۔ اس کے باوجود بھی یہ سب کے سب حیران و ششدر ہیں کہ اس ملک سے شدت پسندی ختم کیوں نہیں ہوتی۔ کوئی مدرسوں پر الزام لگاتا ہے، کسی کو فوج کا دوغلا پن یاد آ جاتا ہے، کوئی جہاد افغانستان کو اس کا ذمے دار ٹھہراتا ہے۔

کاش یہ جانتے کہ ہر قوم کا ایک بیانیہ ہوتا ہے اور اگر اس بیانیے کے خلاف طاقتور ترین حکومتیں بھی اپنا بیانیہ نافذ کرنے کی کوشش کریں تاریخ شاہد ہے کہ شدت پسندی جنم لیتی ہے بلکہ لٹھ مار گروہ پیدا ہوتے ہیں اور آخر میں ریاست کو ہی اپنا بیانیہ بدلنا پڑتا ہے۔ ول ڈیورانٹ نے پوری انسانی تہذیب کا جائزہ اپنی مشہور کتاب ہیروز آف ہسٹری میں لیا ہے وہ کہتا ہے کرائے کی فوجوں اور اطالوی نشاۃ ثانیہ کے تحت کھلی شہوانیت کا نتیجہ کلیسیا کو خبردار کر گیا اور عیسائی اخلاقیات کا غلبہ ہو گیا۔ ایلزبتھ کے انگلینڈ کی بے خطر تلذذ پسندی نے کرام ویل اور پیوریطان نے کٹر مذہبی غلبے کی راہ ہموار کر دی۔

بائرن شیلے کے رومانی بیانیے اور جارج چہارم کے نشاط پرست جنسی رویے کے ردعمل کے طور پر انگلینڈ کی وکٹوریائی عوامی سماجی شائستگی غالب آ گئی۔ اگر یہ مثالیں ہماری رہنمائی کر سکتی ہیں تو ہمیں توقع رکھنی چاہیے کہ ہمارے بچوں کے پوتے شدت پسند مذہبی ہوں گے۔ میں نے کسی مذہبی شدت پسند کی تحریر پیش نہیں کی۔ تاریخ کے ایک بے لاگ تجزیہ نگار کا پوری تاریخ کے مطالعہ سے ابھرنے والا نقطہ نظر پیش کیا۔

جب بھی عوام کی اکثریت کے خلاف کوئی بیانیہ ریاست نافذ کرتی ہے یقیناً اس کا نتیجہ شدت پسندی کی صورت میں نکلتا ہے۔ پاکستان میں اس کی نظریاتی اساس اور عوام کے مقبول بیانیے کے خلاف حکومت کا آزاد اور سیکولر بیانیہ پرویز مشرف نے نافذ کیا اور ہم آج تک شدت پسندی اور لٹھ مار گروہوں کے عذاب میں ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک عوام کا بیانیہ حکومت کا بیانیہ نہیں بنتا۔ دنیا میں امن نہیں آ سکتا۔ عوام کا بیانیہ حکومتیں نافذ کر دیں تو کسی جامعہ حفصہ، سوات آپریشن یا ضرب عضب کی ضرورت نہیں پڑتی۔

☆☆☆

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں

تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

شمارہ فروری 2016ء
جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

مشمولات

☆ سعودیہ ایران کشیدگی: اُمتِ مسلمہ پر وقتِ آزمائش — ادارہ

☆ ایمان کے ظاہری و باطنی ثمرات اور تقربِ الٰہی کے ذرائع (مطالعۂ حدیث) — ڈاکٹر اسرار احمدؒ

☆ قرآن کریم کی اصولی باتیں (۶) — ڈاکٹر عمر بن عبداللہ المقبل

☆ دنیا کی زندگی کی حقیقت — محمد عظیم

☆ احادیثِ رسول ﷺ کے سدا بہار گلستان — نذر حیات خان

☆ سید الایام —— یوم الجمعہ — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

☆ حاجی عبدالواحد صاحبؒ کی یادداشتیں (۴) — پروفیسر حافظ قاسم رضوان

☆ مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم — حافظ محمد مشتاق ربانی

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

امیر حلقہ جنوبی پنجاب کا دورہ بہاولپور

امیر حلقہ جنوبی پنجاب محمد طاہر خاکوانی اور راقم الحروف 24 جنوری 2016ء کو ماہانہ پروگرام میں شرکت کے لیے صبح 8 بجے ملتان سے بہاولپور کے لیے روانہ ہوئے۔ بہاولپور مرکز میں پہنچ کر امیر تنظیم بہاولپور جناب ذوالفقار علی نے مہمانوں کو چائے پیش کی۔ 10:30 بجے امیر حلقہ کا خطاب شروع ہوا۔ آپ نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر ایک گھنٹہ خطاب کیا۔ خطاب میں جہاں نبی اکرم ﷺ کی امتیازی شان و رسالت کا ذکر ہوا وہاں نبی اکرم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کا بھی ذکر کیا۔ سامعین نے خطاب کو پسند فرمایا۔ 12 بجے بہاولپور سے ملتان کے لیے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

تنظیمی اطلاعات

حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم "اسلام آباد شرقی" میں اعجاز احمد عباسی کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ اسلام آباد کی جانب سے مقامی تنظیم اسلام آباد شرقی میں تقرر امیر کے لیے ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 14 جنوری 2016ء میں مشورہ کے بعد اعجاز احمد عباسی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم "قرآن اکیڈمی" میں فیصل منصوری کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم قرآن اکیڈمی میں تقرر امیر کے لیے ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 14 جنوری 2016ء میں مشورہ کے بعد فیصل منصوری کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم "پشاور صدر" میں یاسر حلیم کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم پشاور صدر میں تقرر امیر کے لیے ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 جنوری 2016ء میں مشورہ کے بعد یاسر حلیم کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم "نوشہرہ" میں ڈاکٹر وقار الدین کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم نوشہرہ میں تقرر امیر کے لیے ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 جنوری 2016ء میں مشورہ کے بعد ڈاکٹر وقار الدین کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

عقابوں کی خوراک زرشک (Barbbery) دستیاب ہے

فوائد: 1۔ دماغی تقویت کے لیے 2۔ نظر کی قوت بڑھاتا ہے 3۔ بڑھاپے کے اثرات دور کرتا ہے 4۔ ہیپاٹائٹس کا پرانے سے پرانا مرض، جگر کی کوئی تکلیف، کالا پیلا یرقان، جگر سکڑا ہوا یا جگر کا کینسر بتایا گیا ہو 5۔ دائمی قبض کو ختم کرتا ہے، 7۔ بلڈ پریشر (لو یا ہائی) دونوں صورتوں میں فائدہ مند ہے 6۔ دائمی سر درد ختم کرتا ہے

رابطہ: امجد ظہور۔ 0333-4909834 گڑھی شاہو (مرکز تنظیم اسلامی) لاہور

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ "قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد" میں
5 تا 7 فروری 2016ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مدرسین کورس

(نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-9620418
041-2624290,2420490

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت:
(042)36316638-36366638

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے رفیق محمد اکبر نعیم شیخ وفات پا گئے۔
☆ مقامی تنظیم پشاور شہر کے ملتزم رفیق نظام اللہ کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔
☆ حلقہ کراچی شمالی گلزار ہجری کے امیر جناب ڈاکٹر انوار علی کے ماموں رحلت فرما گئے۔
☆ حلقہ پنجاب شمالی، راولپنڈی کے رفیق صوفی محمد صفدر کے ماموں وفات پا گئے۔
☆ مقامی تنظیم گجرات کے رفیق مزمل حسین کی والدہ وفات پا گئیں۔
☆ امیر حلقہ جنوبی پنجاب محمد طاہر خاکوانی کے چچازاد بھائی وفات پا گئے۔
☆ حلقہ ملتان، غازی پور کے مبتدی رفیق ربنواز جام کی والدہ وفات پا گئیں۔
☆ حلقہ کراچی شمالی کے رفیق جناب عدنان صدیقی کے والد رحلت فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ
فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

Palestine and Kashmir (Double- Trouble)

By Shahid Lone

The brutal military occupation and illegally controlled Muslim territories, respectively by India in South Asia (Kashmir) and Israel in in the Middle East (Palestine) have remained burning issues for decades. After 9/11, the world witnessed a drastic shift in the policy of both India and Israel as both formed a 'strategic-partnership' with America and termed themselves as "natural allies". It will tantamount to gross insanity, tad hypocrisy and render more immunity to the so-called imperial natural allies if the undercurrents are looked in isolation. The imperialist regimes of both India and Israel, sharing a common urge to expand and dominate, have virtually brought the world on the brink of fourth and fifth generation wars. These two conflict ridden zones were the bloodiest benefactors of the post-colonial era. In the case of Israel, the Balfour declarations (1917) served as a moot point, which gave the Zionist World a carte blanche of permanent settlement at a place which never belonged to them and was put forth furtively, insidiously, intimately, obscurely, wittily, astutely, outrageously, imprudently, hypocritically, knavishly, clandestinely, controversially, malevolently, intently, agilely, barbarously, inexorably, viciously, diabolically and unlawfully by the then foreign secretary, Lord Balfour as "in Palestine we do not propose to go through the form of consulting the wishes of the present inhabitants of the country. Zionism, be it right or wrong, good or bad is rooted in age old tradition, in present needs, in future hopes of far profounder import than the desires or prejudice of seven hundred thousand Arabs who now inhabit this ancient land", or for that matter by Winston Churchill, when he stated ridiculously that "I do not agree that the dog in a manger has the final right to the manger even though he may have lain there for a very long time. I do not admit that right. I do not admit for instance that a great wrong has been done to the red Indians of America or the black people of Australia. I do not admit that a wrong has been done to these people by the fact that a stronger race, a higher grade race, a more worldly-wise race to put it that way, has come in and taken their place".

Palestine, with the passage of time went through an upheaval period which led to many uprisings and numerous intifadas but all in vain. Palestinians have been bereaved of even basic human rights and therefore made to live as refugees in their beloved homeland. Thousands of Palestinians have been mercilessly killed by Israeli forces stationed there as exposed by many human rights organizations such as Amnesty International and Human Rights Watch but the United Nations fails to take any concrete step forward to stop the atrocities committed by Israelis and provide justice to the Palestinians. Even the Oslo accords which consumed ten years of deliberation was smothered within no time, yielding no results. There have been ceasefires many times, ample treatise but all were violated by Israel supported by America and still everything is in the air. Torture, humiliation, rapes, curfews are the tactics and strategies used by Israel to curb and contain Palestinians and to annihilate them. It is the honor, dignity, self-esteem and patriotism of Palestinians that keeps them driving and hoping that one fine day we will live peacefully in our motherland free from fear and clutches of occupation. From the Gaza strip to the West Bank, Israelis have wreaked havoc

didn't give coverage to them and kept on following the orders from their bosses in London and Washington.

A replica of Palestine, if found anywhere in the world is Indian occupied Kashmir (IoK). The narratives are very rare and its history a contraband which hardly gets any space in international media, since majority of enterprises are controlled by so called natural allies and when put forward it either comes frozen in the form of sham saga tales or sardonic parables and therefore ignorance prevails. Kashmir known for its breath taking beauty, mountains, hill resorts and so on, is unfortunately the world's most militarized zone, in other words heavenly beauty occupied by beasts. The Kashmir dispute like that of Palestine was a creation of the Colonial British rulers and since the partition of India in 1947, it has remained a bone of contention between India and Pakistan. Both the countries have fought several wars over the issue and held various confidence building measures but all in vain. Kashmir in 1947 was ruled by a Hindu king whereas the subjects were Muslims and he signed an instrument of accession to accede to Indian dominion, albeit people revolted and resisted against him but the Indian army was quick to send personnel to the valley to control the masses. The matter was then brought to UNO by then Indian PM and UNO passed a resolution, asking India to hold a free and fair plebiscite in valley, which till date has not matured.

Grave human rights violation has been committed by Indian army and other state patronized apparatuses in Kashmir. Rapes have been used a war weapon, sexual abuse on a daily basis, torture of innocent Muslims especially teen age students, sending more troops to Kashmir by India on the name of counter insurgency, is the modus operandi of the Indian State in Kashmir. Many reports by Amnesty International and other human right organizations have been placed before the Indian apex court but all sounds like eat drink and make merry since the Indian administration has introduced such inhumane and draconian laws in Kashmir which gives impunity to army personnel, hence can't be tried in any court of law. The situation in Kashmir is not plain and simple as portrayed by India at Washington and London but on the contrary India has turned it into a battle ground where mothers have been waiting for their sons to return, who were picked from their schools and homes by Indian army and put in concentration camps and torture chambers. In short, Indian soldiers have barbarously and murderously killed over one hundred thousand people in Kashmir and yet their thirst for expansionism continues.

There is a blatant similarity in the tactics that both India and Israel use to curb the uprisings. For example, Israel made Jewish settlements in the heart of Palestine and made those Israelis as watchdogs in the region, whereas the Indian government has allocated separate lands for Kashmiri pundits with the same intent of creating another Israel in the heart of Asia.

Despite bearing the brunt of all the atrocities, there is a subaqueous, fathomless and very far extending sympathy that is being shared by the people of respective states and the graffiti's in Kashmir and vice-versa, narrate the bond of solidarity. People of both states have been arrested arbitrarily, detained by authorities on no charges, helplessly held in interrogation centers, faced third degree in torture chambers, secretly located and relocated in make shift jails, abducted from their houses in broad day light, gang raped by army platoons but grand salute to the puissant, undaunted, chivalrous, daring, and valorous people of Palestine and Kashmir who have resisted it with an up chest. It indubitably is a double-trouble for Muslims in particular and humanity in general but the message from Palestine and Kashmir is loud and clear "in blood and tears of martyrs we bathe and inseminate, so that our future generations will mow and glean gaiety".

Acefyl Cough Syrup
Acefylline + Diphenhydramine
بچوں اور بڑوں کیلئے
Say Goodbye to Cough
Acefyl Cough Offers
Bronchial smooth muscle relaxation
Improved mucociliary clearance
Anti-inflammatory effects
Effective symptom relief from SAR
Negligible gastric irritation
Suitable treatment for patients of all age groups
ACEFYL COUGH SYRUP
Superior Nasal Decongestant
Diphenhydramine is the 2nd highest prescribed antihistamine
Provided clinically & statistically significant reductions in all symptoms of SAR, including nasal congestion vs placebo & desloratadine
The superior relief that it offers for treating rhinitis without a separate decongestant should strongly be considered by physicians
Dosage
Infants: (4-12 months) ½ teaspoonful 3 times daily
Children: ½-1 teaspoonful 3 - 4 times daily
Adults: 1-2 teaspoonful 3 - 4 times daily
Composition 120 ml bottle
Each 5ml contains
Acefylline Piperazine 45 mg
Diphenhydramine HCl 8 mg
Full prescribing information is available on request
NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762
PHARMA
your Health our Devotion